وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

تیسیر الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنان

المعروف

تفسیر السعدی (اردو)

فضیلۃ الشیخ عبد الرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ

دار السلام
کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❀❀❀ توجہ فرمائیں! ❀❀❀

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب............

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اَپ لوڈ (UPLOAD) کی جاتی ہیں۔
- متعلقہ ناشرین کی اجازت کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات کی نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

❀❀❀ تنبیہ ❀❀❀

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر
تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں

ٹیم کتاب وسنت ڈاٹ کام

webmaster@kitabosunnat.com

دار السلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

ریاض * جدہ * شارجہ * لاہور

لندن * ہیوسٹن * نیویارک

DARUSSALAM

هیڈ آفس : پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب

فون : 4033962 - 4043432 (00966 1) فیکس: 4021659

ای میل: darussalam@naseej.com.sa بک شاپ فون و فیکس: 4614483

جدہ فون و فیکس : 6807752 الخبر فون: 8692900 فیکس: 8691551

شارجہ فون : 5632623 فیکس: 5632624 (009716)

پاکستان : ① 50 لوئر مال نزد ایم۔ اے۔ او کالج لاہور فون: 7232400 - 7240024 (0092 42)

فیکس: 7354072 ای میل: darussalampk@hotmail.com

② اقرأ سنٹر، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

لندن فون: 5202666 فیکس: 5217645 (0044 208)

ہیوسٹن فون: 7220419 فیکس: 7220431 (001 713) نیویارک فون: 6255925 (001 718)

Website: http://www.dar-us-salam.com

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ

تیسیر
الکریم الرحمٰن
فی تفسیر کلام المنّان

(اردو ترجمہ)

پا رۃ نمبر چھبیس 26

مُفسّرِ قرآن : فضیلۃ الشیخ **عبدالرّحمان بن ناصر السّعدی** رحمہ اللہ

تحقیق : **عبدالرّحمان بن معلا اللّویحق** حفظہ اللہ

ترجمۃ القرآن : **حافظ صلاح الدین یوسف** حفظہ اللہ

ترجمۃ التفسیر : **پروفیسر طیّب شاہین لودھی** حفظہ اللہ

دارُالسّلام
کتاب و سنّت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فرمانِ الٰہی

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ

يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا

اور رسول (ﷺ، روزِ قیامت) فرمائیں گے:

"الٰہی! یقیناً میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔"

(الفرقان: ۲۵/ ۳۰)

فرمانِ نبوی

اِنَّ اللّٰهَ يَرۡفَعُ

بِهٰذَا الۡكِتٰبِ اَقۡوَامًا وَّيَضَعُ بِهٖ اٰخَرِيۡنَ

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو بلندیاں

عطا فرماتا ہے اور اسی کی وجہ سے دوسروں کو ذلت و پستی میں دھکیل دیتا ہے

(صحیح مسلم، حدیث: ۸۱۷)

پارۃ نمبر چھبیس 26

نمبر شمار	نام سورت	صفحہ نمبر	شمار پارہ
۴۶	سورۃ الأحقاف	2521	۲۶
۴۷	سورۃ محمد	2539	۲۶
۴۸	سورۃ الفتح	2560	۲۶
۴۹	سورۃ الحجرات	2585	۲۶
۵۰	سورۃ قٓ	2598	۲۶
۵۱	سورۃ الذاریات	2611	۲۶ - ۲۷

تفسیر سورۃ الاحقاف

سورۃ الاحقاف
(۴۶) مکیۃ (۶۶)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰیاتها ۳۵
رکوعاتها ۴

حٰمٓ ۞ ① تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ② مَا خَلَقۡنَا السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ

حٰمٓ ○ نازل کرنا کتاب کا اللہ کی طرف سے ہے، جو بڑا زبردست خوب حکمت والا ہے ○ نہیں پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو

وَمَا بَيۡنَهُمَاۤ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، مگر ساتھ حق اور وقت مقرر کے اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا

عَمَّاۤ اُنۡذِرُوۡا مُعۡرِضُوۡنَ ③

ان چیزوں سے (جن سے) وہ ڈرائے گئے، منہ موڑنے والے ہیں ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی کتاب عزیز کی ثنا اور تعظیم ہے اور اس ضمن میں بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہ اس کتاب کی روشنی سے راہ نمائی حاصل کریں، اس کی آیات میں تدبر کریں اور اس کے خزانوں کا استخراج کریں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو نازل کرنے کے بارے میں فرمایا، جو امر و نہی کو متضمن ہے، تو آسمانوں اور زمین کی تخلیق کا بھی ذکر فرمایا، اس نے خلق و امر کو جمع کر دیا۔ ﴿اَلَا لَهُ الۡخَلۡقُ وَالۡاَمۡرُ﴾ (الأعراف: ٥٤/٧) ”یاد رکھو! اسی نے تخلیق کیا ہے تو حکم بھی اسی کا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ﴾ (الطلاق: ١٢/٦٥) ”اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور اسی کے مثل زمینیں بھی، اس کا حکم ان کے درمیان اترتا رہتا ہے۔“ اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُنَزِّلُ الۡمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوۡحِ مِنۡ اَمۡرِهٖ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِهٖۤ اَنۡ اَنۡذِرُوۡۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوۡنِ ○ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ﴾ (النحل: ١٦/٢-٣) ”اللہ ہی فرشتوں کو اپنی وحی دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے کہ تم لوگوں کو (اس بات سے) آگاہ کر دو کہ بلاشبہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں، لہٰذا تم مجھ ہی سے ڈرو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا۔“ تو اللہ تعالیٰ ہی نے مکلفین کو پیدا کیا، ان کے مساکن بنائے، ان کے لئے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو مسخر کر دیا، پھر ان کی طرف رسول بھیجے، ان پر اپنی کتابیں نازل کیں، انہیں نیکی کا حکم دیا اور بدی سے روکا، انہیں خبردار کیا کہ یہ دنیا عمل کا گھر اور اہلِ عمل کے لئے گزرگاہ ہے، یہ دنیا اقامت کی جگہ نہیں کہ اس کے رہنے والے یہاں سے کوچ نہیں کریں گے، وہ عنقریب یہاں سے جائے قرار اور ہمیشہ رہنے والے دائمی ٹھکانے اور اقامت گاہ میں منتقل ہوں گے۔ وہ اس گھر میں اپنے اعمال کی، جو وہ دنیا میں کرتے رہے ہیں، کامل اور وافر جزا پائیں گے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس

گھر کے اثبات کے لئے دلائل قائم کیے اور نمونے کے طور پر اسی دنیا میں بندوں کو ثواب و عقاب کا مزا چکھایا تا کہ امرِ محبوب کی طلب اور جس امر سے ڈرایا گیا ہے اس سے دور بھاگنے کا داعیہ زیادہ شدت سے پیدا ہو‘ بنا بریں فرمایا: ﴿مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ﴾ ”ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے‘ برحق پیدا کیا ہے‘ یعنی ہم نے آسمانوں اور زمین کو عبث اور بے کار پیدا نہیں کیا بلکہ اس لئے پیدا کیا ہے تا کہ بندے ان کے خالق کی عظمت کو پہچانیں اور اس کے کمال پر ان سے استدلال کریں اور تا کہ بندے جان لیں کہ وہ ہستی جس نے ان کو پیدا کیا ہے‘ وہ بندوں کو جزا و سزا کے لیے ان کے مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے‘ نیز آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور ان کی بقا کا وقت ﴿اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ ”ایک مدتِ مقررہ تک“ معین ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت سے آگاہ فرمایا...... اور وہ سب سے زیادہ سچی بات کہنے والا ہے...... اس پر دلائل قائم کیے اور راہِ حق کو روشن کر دیا‘ تو اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ مخلوق میں سے ایک گروہ نے حق سے روگردانی کی اور انبیاء و رسل کی دعوت کو ٹھکرایا۔ فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ﴾ ”اور کافروں کو جس چیز کی نصیحت کی جاتی ہے‘ وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔“ اور رہے اہلِ ایمان‘ تو انہیں جب حقیقت حال کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے رب کی نصیحتوں کو قبول کر کے ان کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور اطاعت و تعظیم کے ساتھ ان کا سامنا کیا‘ لہٰذا وہ ہر بھلائی حاصل کرنے اور ہر برائی کو دور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ
کہہ دیجیے: بھلا بتلاؤ تو! جن چیزوں کو تم پکارتے (پوجتے) ہو سوائے اللہ کے دکھاؤ مجھے کیا چیز پیدا کی ہے انہوں نے زمین میں سے؟ یا ہے
لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ؕ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ
ان کا کوئی حصہ آسمانوں میں؟ لاؤ تم میرے پاس کوئی کتاب پہلے سے (نازل شدہ) اس (قرآن) سے یا بقیہ علم سے
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ
اگر ہو تم سچے ○ اور کون شخص زیادہ گمراہ ہے اس سے جو پکارتا ہے سوائے اللہ کے اس کو کہ
لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا
نہیں جواب دے سکتا وہ اسے روز قیامت تک؟ اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں ○ اور جب
حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥
اکٹھے کیے جائیں گے لوگ‘ تو ہوں گے وہ ان کے دشمن‘ اور ہوں گے وہ ان کی عبادت سے کفر (انکار) کرنے والے ○

﴿قُلْ﴾ یعنی ان لوگوں سے کہہ دیجیے جنہوں نے بتوں اور خود ساختہ معبودوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا‘ جو کوئی نفع دے سکتے ہیں نہ نقصان‘ جن کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے

اٹھانے کی قدرت ہی رکھتے ہیں۔ ان کے معبودوں کی بے بسی بیان کرتے ہوئے' نیز یہ کہ وہ عبادت کے ذرہ بھر بھی مستحق نہیں' ان سے کہہ دیجیے: ﴿ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ﴾ ''مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں ان کی شرکت ہے؟'' کیا انہوں نے اجرام فلکی میں کچھ پیدا کیا' انہوں نے پہاڑ پیدا کیے یا دریا جاری کیے؟ کیا انہوں نے روئے زمین پر حیوانات پھیلائے یا درخت اگائے؟ اور کیا انہوں نے تمام چیزوں کی تخلیق میں معاونت کی ہے؟ دوسروں کی تخلیق تو کجا' خود اپنے اقرار کے مطابق وہ اپنے بارے میں بھی کسی چیز پر قادر نہیں ہیں' پس یہ اس حقیقت پر قطعی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ہستی کی عبادت باطل ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے پاس نقلی دلیل کے عدم وجود کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ ﴾ ''اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ۔'' یعنی کوئی ایسی کتاب جو شرک کی دعوت دیتی ہو۔ ﴿ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ ﴾ یا رسولوں کی طرف سے کوئی موروث علم ہو جو ان عقائد کا حکم دیتا ہو...... اور یہ بات معلوم ہے کہ وہ انبیاء و رسل سے منقول کوئی دلیل لانے سے عاجز ہیں بلکہ ہم جزم و یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ تمام انبیاء و مرسلین نے اپنے رب کی توحید کی دعوت دی ہے اور اس کے ساتھ شرک کرنے سے روکا ہے اور یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جو ان کے علم میں سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ﴾ (النحل: ١٦/ ٣٦) ''اور بلاشبہ ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا' جو ان کو حکم دیتا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔'' ہر رسول نے اپنی قوم سے کہا: ﴿ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ﴾ (الاعراف: ٧/ ٥٩) ''اللہ کی عبادت کرو' تمہارا اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔''

پس معلوم ہوا کہ شرک کے بارے میں مشرکین کی بحث و جدال کسی برہان اور دلیل پر مبنی نہیں' ان کا اعتماد جھوٹے نظریات' گھٹیا آراء اور فاسد عقل پر ہے۔ ان کے احوال کا استقراء اور ان کے علوم و اعمال کا تتبع ان نظریات کے فاسد ہونے پر دلالت کرتا ہے' نیز ان لوگوں کے احوال پر غور کرنے سے بھی ان کا بطلان ثابت ہوتا ہے جنہوں نے طاغوت کی عبادت میں اپنی عمریں گنوا دیں۔ کیا طاغوت نے دنیا یا آخرت میں انہیں کوئی فائدہ دیا؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو اللہ کے سوا کسی ایسی ذات کو پکارے جو قیامت تک اس کا جواب نہ دے سکے۔'' یعنی جتنی مدت اس کا دنیا میں قیام ہے وہ اس سے ذرہ بھر فائدہ نہیں اٹھا سکتا ﴿ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ﴾ ''اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں۔'' وہ ان کی کوئی دعا سن سکتے ہیں نہ ان کی کسی پکار کا جواب دے سکتے ہیں۔ یہ ان کا دنیا میں حال ہے اور قیامت کے روز وہ تمہارے شرک کا انکار کریں

گے۔ ﴿ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً ﴾ ''اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے۔'' وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجیں گے اور ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کریں گے ﴿ وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴾ ''اور وہ ان کی عبادت کا انکار کردیں گے۔''

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ

اور جب تلاوت کی جاتی ہیں ان پر ہماری آیتیں واضح' تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے کفر (انکار) کیا حق (قرآن) کا جب آیا وہ انکے پاس'

هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۭ۟ ⑦ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ

یہ جادو ہے ظاہر ○ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ (خود) گھڑا ہے اس نے اسکو؟ کہہ دیجیے: اگر (خود) گھڑا ہے میں نے اسکو تو نہیں اختیار رکھتے تم

لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًاۢ بَيْنِيْ

میرے لیے اللہ (کے عذاب) سے کچھ بھی وہ خوب جانتا ہے ان باتوں کو کہ گفتگو کرتے ہو تم اس (قرآن) کے بارے میں کافی ہے وہ (اللہ) گواہ میرے درمیان

وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑧ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَآ اَدْرِيْ

اور تمہارے درمیان' اور وہ بڑا بخشنے والا' نہایت رحم کرنیوالا ہے ○ کہہ دیجیے: نہیں ہوں میں انوکھا رسولوں میں سے اور نہیں جانتا میں

مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۭ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ وَمَآ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ⑨

کہ کیا کیا جائے گا میرے ساتھ اور نہ تمہارے ساتھ نہیں پیروی کرتا میں مگر اسی کی جو وحی کی جاتی ہے میری طرف اور نہیں میں مگر ڈرانے والا ظاہر ○

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

کہہ دیجیے: بھلا بتلاؤ تو! اگر ہو وہ (قرآن) اللہ کی طرف سے' اور کفر کیا تم نے اس کے ساتھ' اور گواہی دی ایک گواہ

مِّنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

نے بنی اسرائیل میں سے اس جیسی (کتاب) پر' پھر ایمان لایا وہ اور تکبر کیا تم نے بے شک اللہ

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑩ ع ۱

نہیں ہدایت دیتا ظالم لوگوں کو ○

اور جب ان جھٹلانے والوں کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں ﴿ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ ﴾ ''ہماری واضح آیات'' اور وہ اس طرح واقع ہوتی ہیں کہ ان کے واقع ہونے اور حق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں کیا جاسکتا' یہ آیات انہیں کوئی فائدہ نہیں دیتیں بلکہ ان کے ذریعے سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔

وہ اپنی بہتان طرازی اور افترا پردازی کی بنا پر کہتے ہیں ﴿ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ''حق کے بارے میں جب حق ان کے پاس آیا کہ یہ تو کھلا جادو ہے'' یعنی ظاہر جادو ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں ان کا یہ قول قلبِ حقائق کے زمرے میں آتا ہے' جو ضعیف العقل لوگوں میں رواج پا سکتا ہے ورنہ حق' جسے محمد

مصطفیٰ ﷺ لے کر مبعوث ہوئے ہیں اور جادو کے مابین بہت بڑا تفاوت اور منافات ہے جو زمین و آسمان کے تفاوت سے بڑھ کر ہے۔ وہ حق جو غالب ہے اور افلاک کی بلندیوں پر پہنچا ہوا ہے، جس کی روشنی سورج کی روشنی سے بڑھ کر ہے، جس کی حقانیت پر دلائلِ آفاق اور دلائلِ نفس دلالت کرتے ہیں، جس کے سامنے اصحابِ بصیرت اور خردمند لوگ سرنگوں ہیں اور اس کا اقرار کرتے ہیں، اسے باطل پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟ جو جادو ہے، جو ظالم، گمراہ، خبیث النفس اور خبیث العمل شخص کے سوا کسی اور سے صادر نہیں ہو سکتا۔ پس جادو ایسے ہی شخص کے لئے مناسب اور اس کے موافق حال ہوتا ہے۔ کیا یہ باطل کے سوا کچھ اور ہے؟

﴿ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ﴾ یعنی کیا وہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو محمد (ﷺ) نے خود اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے۔ ﴿ قُلْ ﴾ ان سے کہہ دیجئے: ﴿ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ ﴾ ”اگر میں نے اسے بنایا ہے۔“ تو اللہ مجھ پر قدرت رکھتا ہے اور جس کام میں تم مشغول ہو اسے بھی خوب جانتا ہے۔ اس نے مجھے اس افترا پردازی کی سزا کیوں نہ دی جس کو تم میری طرف منسوب کرتے ہو؟ پس کیا ﴿ تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ﴾ اگر اللہ تعالیٰ مجھے کسی ضرر میں مبتلا کرنے یا رحمت سے نوازنے کا ارادہ کرے تو تم اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں میرے لیے کسی بھی چیز کا اختیار رکھتے ہو؟ ﴿ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ﴾ ”وہ اس گفتگو کو خوب جانتا ہے جو تم اس کے بارے میں کرتے ہو، وہی میرے اور تمہارے درمیان گواہ کافی ہے۔“ پس اگر میں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑا ہوتا تو مجھے اپنی گرفت میں لے کر ایسی سزا دیتا جسے ہر کوئی دیکھتا، کیونکہ اگر میں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہوتا تو یہ سب سے بڑی افترا پردازی ہوتی۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو، حق کے بارے میں ان کے عناد اور مخاصمت کے باوجود توبہ کی طرف بلایا اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴾ ”اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔“ یعنی توبہ کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اپنے گناہوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ بخش دے گا، تم پر رحم فرمائے گا، تمہیں بھلائی کی توفیق سے نوازے گا اور تمہیں بہت بڑا اجر عطا کرے گا۔

﴿ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ﴾ یعنی میں کوئی پہلا رسول نہیں جو تمہارے پاس آیا ہوں کہ تم میری رسالت کو عجیب و غریب پاؤ اور میری دعوت کا انکار کرو، مجھ سے پہلے بھی انبیاء و رسل آ چکے ہیں، میری دعوت اور ان کی دعوت میں موافقت ہے پھر تم کس بنا پر میری رسالت کا انکار کر رہے ہو۔ ﴿ وَمَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ﴾ ”اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟“ یعنی میں تو صرف ایک بشر ہوں، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں، میرے اور تمہارے بارے میں صرف اللہ تعالیٰ ہی تصرف کرتا ہے، مجھ پر اور تم پر وہی اپنے فیصلے نافذ کرتا ہے۔ میں اپنی طرف سے کچھ پیش نہیں کرتا ﴿ وَمَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴾ ”اور میں تو

صرف علی الاعلان ڈرانے والا ہوں۔" لہٰذا اگر تم میری رسالت کو مانتے ہوئے میری دعوت کو قبول کرلو تو یہ دنیا اور آخرت میں تمہاری خوش نصیبی اور تمہارا بہرہ وافر ہے اور اگر تم اس دعوت کو ٹھکرا دو تو تمہارا حساب اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے، میں نے تو تمہیں برے انجام سے خبردار کر دیا ہے اور جس نے خبردار کر دیا وہ بری الذمہ ہے۔

﴿قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَكَفَرْتُمْ بِهٖ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ﴾ یعنی مجھے بتاؤ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو اور اہل کتاب میں سے ان توفیق یافتہ لوگوں نے بھی اس کی صحت کی شہادت دی ہو جن کے پاس حق ہے اور وہ پہچانتے ہیں کہ یہ بھی حق ہے، پس وہ اس پر ایمان لے آئے اور ہدایت یافتہ ہوئے، تو انبیائے کرام ؑ کی خبر اور ان کے متبعین کی خبر میں مطابقت ہوگئی۔ اے جاہل اور کم عقل لوگو! تم نے تکبر سے کام لیا۔ کیا یہ (تمہارا رویہ) سب سے بڑے ظلم اور شدید ترین کفر کے سوا کچھ اور ہے؟ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ﴾ "بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔" اور یہ ظلم ہے کہ حق قبول کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود تکبر سے اسے ٹھکرا دیا جائے۔

وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ ؕ وَاِذْ

اور کہا ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا، ان لوگوں سے جو ایمان لائے، اگر ہوتا وہ (دین) بہتر نہ پہل کرتے وہ ہم سے اس کی طرف اور جب

لَمْ یَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَیَقُوْلُوْنَ هٰذَاۤ اِفْكٌ قَدِیْمٌ ⑪ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا

نہ ہدایت پائی انہوں نے اس (قرآن) کے ذریعے سے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ جھوٹ ہے قدیم ○ اور اس (قرآن) سے پہلے کتاب تھی موسیٰ کی پیشوا

وَّرَحْمَةً ؕ وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا لِّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ

اور رحمت، اور یہ (قرآن) کتاب ہے تصدیق کرنے والی عربی زبان میں، تاکہ وہ ڈرائے ان لوگوں کو

ظَلَمُوْا ۖۗ وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِیْنَ ⑫

جنہوں نے ظلم کیا، اور خوش خبری نیکی کرنے والوں کے لیے ○

حق کا انکار کرنے والے، اس سے عناد رکھنے والے اور اس کی دعوت کو ٹھکرانے والے کفار کہتے ہیں: ﴿لَوْ كَانَ خَیْرًا مَّا سَبَقُوْنَاۤ اِلَیْهِ﴾ "اگر یہ بہتر ہوتا تو یہ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ لے جاتے۔" یعنی مومنین ہم پر سبقت نہ لے جا سکتے، ہم اس بھلائی کی طرف سب سے پہلے آگے بڑھنے والے اور اس کی طرف سب سے زیادہ سبقت کرنے والے ہوتے۔ ان کا یہ قول ایک لحاظ سے باطل ہے...... کون سی دلیل اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ حق کی علامت یہ ہے کہ اہل تکذیب اہل ایمان پر سبقت لے جائیں؟ کیا وہ زیادہ پاک نفس اور عقل و خرد میں زیادہ کامل ہیں؟ کیا ہدایت ان کے ہاتھ میں ہے؟ مگر یہ کلام جو ان سے صادر ہوا، جسے وہ اپنی طرف منسوب کرتے ہیں اس شخص کے کلام کی مانند ہے جو کسی چیز پر قدرت نہ رکھتا ہو اور وہ اس چیز کی مذمت کرنا شروع کر

دے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ﴾ ”اور جب وہ اس سے ہدایت یاب نہ ہوئے تو اب کہتے ہیں کہ یہ پرانا جھوٹ ہے۔“ یہی وہ سبب ہے جس کی بنا پر انہوں نے اس قرآن سے راہ نمائی حاصل نہ کی اور یوں وہ عظیم ترین نوازشات اور جلیل ترین عطیات سے محروم ہو گئے۔ اسے جھوٹ کہہ کر اس میں جرح وقدح کی، حالانکہ یہ حق ہے جس میں کوئی شک وشبہ نہیں۔

یہ قرآن ان کتب سماویہ کی موافقت بھی کرتا ہے جو اس سے قبل نازل ہو چکی ہیں، خاص طور پر تورات کی جو قرآن کریم کے بعد افضل ترین کتاب ہے۔ ﴿ اِمَامًا وَّ رَحْمَةً ﴾ ”جو راہنما اور رحمت ہے۔“ یعنی بنی اسرائیل اس کتاب کی پیروی کرتے ہیں اور اس سے راہ نمائی حاصل کرتے ہیں اور انہیں دنیا وآخرت کی بھلائی حاصل ہوتی ہے۔

﴿ وَهٰذَا ﴾ یعنی یہ قرآن ﴿ كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ ﴾ گزشتہ کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، ان کی صداقت کی گواہی دیتا ہے اور ان کی موافقت کر کے ان کی تصدیق کرتا ہے ﴿ لِّسَانًا عَرَبِيًّا ﴾ اللہ تعالیٰ نے اس کو عربی زبان میں اتارا تاکہ اس کو اخذ کرنا سہل اور اس سے نصیحت حاصل کرنا آسان ہو ﴿ لِّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ﴾ تاکہ یہ ان لوگوں کو برے انجام سے خبردار کرے جنہوں نے کفر، فسق اور نافرمانی کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگر وہ اپنے ظلم پر جمے رہیں تو ان کو دردناک عذاب سے ڈرائے اور اپنے خالق کی عبادت میں احسان کرنے اور مخلوق کو نفع پہنچانے والوں کے لئے، دنیا وآخرت میں ثوابِ جزیل کی خوشخبری دے اور ان اعمال کا ذکر کرے جن سے ڈرایا گیا ہے اور ان اعمال کا ذکر کرے جن پر خوشخبری دی گئی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے، پھر وہ قائم رہے (اس پر)، پس نہیں کوئی خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ○

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾

یہ لوگ ہیں جنتی، ہمیشہ رہیں گے وہ اس میں، جزا ہے اس کی جو تھے وہ عمل کرتے ○

یعنی وہ لوگ جو اپنے رب کا اقرار کرتے ہیں، اس کی وحدانیت کی گواہی دیتے ہیں، اس کی اطاعت کا التزام کرتے ہیں، اس پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں اور ﴿ اسْتَقَامُوْا ﴾ عمر بھر استقامت سے کام لیتے ہیں ﴿ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ ﴾ تو آنے والے کسی شر سے ان کے لئے خوف نہیں ﴿ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾ اور نہ انہیں اس چیز پر حزن وغم ہے جو وہ پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ﴾ یعنی وہ اہلِ جنت اور اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں جہاں سے وہ منتقل ہونا چاہیں گے نہ اس کو بدلنا چاہیں گے ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ ”ہمیشہ اس میں رہیں گے، یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کیا کرتے تھے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان جو ان اعمالِ صالحہ کا مقتضی تھا جن پر یہ ہمیشہ قائم رہے۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ

اور وصیت کی ہم نے انسان کو اپنے والدین کیساتھ حسن سلوک کی اٹھایا اسکو اسکی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس نے اسے تکلیف سے

وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ

اور اس کا حمل اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے ہے حتیٰ کہ جب پہنچا وہ اپنی جوانی (کی قوتوں) کو اور پہنچا چالیس

سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ

برس کو کہا اس نے اے میرے رب! توفیق دے تو مجھے یہ کہ شکر کروں میں تیری (اس) نعمت کا وہ جو تو نے کی مجھ پر اور میرے والدین پر،

وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚؕ اِنِّيْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّيْ

اور یہ کہ عمل کروں میں نیک کہ تو پسند کرے اسکو اور اصلاح کر تو میرے لیے میری اولاد میں، بلاشبہ میں نے توبہ کی تیری طرف اور بلاشبہ میں

مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ

مسلمانوں میں سے ہوں ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم قبول کرتے ہیں ان سے اچھے عمل جو کیے انہوں نے اور ہم درگزر کرتے ہیں

عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ؕ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ⑯

ان کی برائیوں سے، (وہ ہوں گے) جنتیوں میں، وعدہ ہے سچا جو تھے وہ وعدہ دیے جاتے ○

یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر لطف و کرم اور والدین کی قدر و توقیر ہے کہ اس نے اولاد کو حکم دیا اور ان کو اس امر کا پابند کیا کہ وہ نرم و ملائم بات، مال و نفقہ اور دیگر طریقوں سے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کریں، پھر اس کے سبب موجب کی طرف اشارہ کیا، پھر اس مرحلے کا ذکر فرمایا جس میں ماں اپنے بچے کو اپنے پیٹ میں اٹھائے پھرتی ہے، اس حمل کے دوران میں تکالیف برداشت کرتی ہے، پھر ولادت کے وقت بہت بڑی مشقت کا سامنا کرتی ہے، پھر رضاعت اور پرورش کی تکلیف اٹھاتی ہے۔ مذکورہ مشقت تھوڑی سی مدت، گھڑی دو گھڑی کے لئے نہیں بلکہ وہ طویل مدت ہے جس کا عرصہ ﴿ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا﴾ ”تیس مہینے ہے۔“ جن میں سے غالب طور پر نو ماہ کے لگ بھگ حمل اور باقی مہینے رضاعت کے لئے ہیں۔ اس آیت کریمہ کو اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۲۳۳) ”اور مائیں اپنی اولاد کو کامل دو سال دودھ پلائیں۔“ کے ساتھ ملا کر استدلال کیا جاتا ہے کہ حمل کی کم سے کم مدت چھ ماہ ہے، کیونکہ رضاعت کی مدت کو، جو کہ دو سال ہے، تیس مہینوں میں سے نکال دیا جائے تو حمل کی مدت چھ ماہ بچتی ہے۔

﴿حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ﴾ یعنی جب وہ اپنی قوت و شباب کی انتہا اور اپنی عقل کے کمال کو پہنچ جاتا ہے ﴿وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ﴾ ”اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے رب! مجھے توفیق دے۔“ یعنی اے میرے رب مجھے الہام کر اور مجھے توفیق عطا کر ﴿اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ

﴿ اَنۡعَمۡتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ ﴾ ”کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے والدین پر کیے ہیں ان کا شکر گزار رہوں۔“ یعنی دین اور دنیا کی نعمتیں اور اس کا شکر کرنا یہ ہے کہ ان نعمتوں کو منعم کی اطاعت میں صرف کیا جائے اور اس کے مقابلے میں ان نعمتوں کی شکر گزاری سے عجز کے اعتراف اور ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں کوشاں رہا جائے۔

والدین کو نعمتوں سے نوازا جانا‘ ان کی اولاد کو ان نعمتوں سے نوازا جانا ہے کیونکہ ان نعمتوں اور ان کے اسباب وآثار کا اولاد تک پہنچنا لازمی امر ہے، خاص طور پر دین کی نعمت‘ کیونکہ علم وعمل کے ذریعے سے والدین کا نیک ہونا اولاد کے نیک ہونے کا سب سے بڑا سبب ہے۔

﴿ وَاَنۡ اَعۡمَلَ صَالِحًا تَرۡضٰىهُ ﴾ ”اور ایسے نیک کام کروں جن سے تو راضی ہو“ وہ اس طرح کہ وہ ان اعمال کا جامع ہو جو اسے نیک بناتے ہیں اور ان اعمال سے پاک ہو جو اسے خراب کرتے ہیں‘ یہی وہ اعمال ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور جن کو اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ان پر ثواب عطا کرتا ہے۔ ﴿ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ فِیۡ ذُرِّیَّتِیۡ ﴾ ”اور تو میری اولاد کو بھی صالح بنا“ جب اس نے اپنے لئے نیکی کی دعا کی تو اس نے اپنی اولاد کے لیے بھی دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے احوال کو درست فرما دے۔ نیز ذکر فرمایا کہ اولاد کی نیکی کا فائدہ والدین کی طرف لوٹتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَصۡلِحۡ لِیۡ ﴾ ”اور میرے لیے اصلاح کر دے۔“

﴿ اِنِّیۡ تُبۡتُ اِلَیۡكَ ﴾ میں گناہ اور معاصی سے تیرے پاس توبہ کرتا ہوں اور تیری اطاعت کی طرف لوٹتا ہوں ﴿ وَاِنِّیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴾ ”اور بے شک میں تیرے مطیع بندوں میں سے ہوں۔“

﴿ اُولٰٓئِكَ ﴾ وہ لوگ جن کے یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں ﴿ الَّذِیۡنَ نَتَقَبَّلُ عَنۡهُمۡ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا ﴾ ”یہی وہ ہیں جن کے نیک اعمال ہم قبول کریں گے۔“ اس سے مراد نیکیاں ہیں کیونکہ وہ اس کے علاوہ بھی نیک عمل کرتے ہیں۔ ﴿ وَنَتَجَاوَزُ عَنۡ سَیِّاٰتِهِمۡ فِیۡۤ اَصۡحٰبِ الۡجَنَّةِ ﴾ ”اور ان کے گناہوں سے تجاوز فرمائیں گے (یہی) اہل جنت میں ہوں گے۔“ یعنی جملہ اہل جنت کے ساتھ‘ سو ان کو بھلائی اور مطلوب ومحبوب حاصل ہو گا‘ شر اور ناپسندیدہ امور زائل ہو جائیں گے ﴿ وَعۡدَ الصِّدۡقِ الَّذِیۡ كَانُوۡا یُوۡعَدُوۡنَ ﴾ یعنی یہ وعدہ جو ہم نے ان کے ساتھ کیا تھا‘ سب سے زیادہ سچی ہستی کا وعدہ ہے‘ جو کبھی وعدے کے خلاف نہیں کرتی۔

وَالَّذِیۡ قَالَ لِوَالِدَیۡهِ اُفٍّ لَّكُمَاۤ اَتَعِدٰنِنِیۡۤ اَنۡ اُخۡرَجَ وَقَدۡ خَلَتِ الۡقُرُوۡنُ

اور وہ جس نے کہا اپنے والدین سے اف ہے تم دونوں پر‘ کیا تم دونوں وعدہ دیتے ہو مجھے یہ کہ نکالا جاؤں گا میں (قبر سے) حالانکہ گزر چکی ہیں (بہت سی) امتیں

مِنۡ قَبۡلِیۡ ۚ وَهُمَا یَسۡتَغِیۡثٰنِ اللّٰهَ وَیۡلَكَ اٰمِنۡ ۖۚ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚۖ فَیَقُوۡلُ

مجھ سے پہلے‘ جب کہ وہ دونوں فریاد کرتے ہیں اللہ سے: ہلاک ہو جائے تو! ایمان لے آ‘ بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے‘ پس وہ کہتا ہے:

مَا هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیۡرُ الۡاَوَّلِیۡنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِیۡنَ حَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡقَوۡلُ فِیۡۤ اُمَمٍ

نہیں ہے یہ مگر (قصے) کہانیاں پہلے لوگوں کی ○ یہ وہ لوگ ہیں کہ ثابت ہو گئی ان پر بات (عذاب کی)‘ ان امتوں میں

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ

جو گزر چکیں پہلے ان سے جنوں اور انسانوں میں سے بے شک وہ تھے خسارہ پانے والے ○ اور ہر ایک کے لیے

دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾

درجے ہیں (مطابق) اسکے جو عمل کیے انہوں نے اور تاکہ پورا دے انکو (اللہ بدلہ) انکے اعمال کا' اور وہ نہیں ظلم کیے جائیں گے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس صالح شخص کا حال بیان کرنے کے بعد جو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے' اس شخص کا حال بیان کیا ہے جو اپنے والدین کا نافرمان ہے' نیز ذکر فرمایا کہ یہ بدترین حال ہے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ ﴾ ''اور جس نے اپنے والدین سے کہا۔'' یعنی جب انہوں نے اس کو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی اور اسے بداعمالیوں کی سزا سے ڈرایا اور یہ عظیم ترین احسان ہے جو والدین کی طرف سے اپنی اولاد کے لئے صادر ہوتا ہے کہ وہ انہیں ایسے امور کی طرف دعوت دیتے ہیں جن میں ابدی سعادت اور سرمدی فلاح ہے مگر وہ بدترین طریقے سے اپنے والدین کے ساتھ پیش آیا' اس نے کہا: ﴿ اُفٍّ لَّكُمَآ ﴾ یعنی ہلاکت ہو تمہارے لئے اور اس دعوت کے لئے جسے تم پیش کرتے ہو' پھر اس نے اپنے انکار اور اس امر کا ذکر کیا جسے وہ محال سمجھتا تھا اور کہا: ﴿ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ ﴾ کیا تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ قیامت کے روز مجھے میری قبر سے نکالا جائے گا ﴿ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ﴾ ''حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں'' جو تکذیب اور کفر کی راہ پر گامزن تھے' جو ہر کافر' جاہل اور معاند حق کے راہ نما اور مقتدی تھے۔

﴿ وَهُمَا ﴾ یعنی اس کے والدین ﴿ يَسْتَغِيْثٰنِ ﴾ اس کے مارے میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتے تھے: ﴿ وَيْلَكَ اٰمِنْ ﴾ ''تیرا برا ہو! ایمان لے آ'' یعنی وہ اس کی ہدایت کے لئے انتہائی جدوجہد اور پوری کوشش کر رہے تھے حتی کہ، اس کے ایمان کی سخت حرص کی وجہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح مدد مانگ رہے تھے جیسے ڈوبتا ہوا شخص مدد کے لئے پکارتا ہے۔ وہ اس طرح اللہ تعالیٰ سے سوال کر رہے تھے جیسے کوئی اچھو لگا ہوا شخص سوال کرتا ہے۔ وہ اپنے بیٹے کو ملامت کرتے تھے' اس کے لئے سخت درمند تھے اور اس کے سامنے حق بیان کرتے ہوئے کہہ رہے تھے: ﴿ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ''بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔'' پھر اس پر دلائل قائم کر رہے تھے' مگر ان کا بیٹا تھا کہ اس میں سرکشی' نفرت اور حق کے بارے میں تکبر اور جرح وقدح میں اضافہ ہی ہو رہا تھا ﴿ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ یعنی وہ جواب میں کہتا تھا یہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ گزشتہ کتابوں میں سے نقل کردہ کہانیاں ہیں' یہ اللہ کی طرف سے نہیں ہیں اور نہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر ان کو وحی کیا ہے' حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اُمی ہیں جو لکھ سکتے ہیں نہ پڑھ سکتے ہیں اور نہ آپ نے کسی سے تعلیم حاصل کی ہے' آپ تعلیم حاصل کرتے بھی کہاں سے؟ اور مخلوق اس جیسا قرآن کہاں سے لاتی' خواہ سب

لوگ ایک دوسرے کے مددگار ہی کیوں نہ ہوتے؟

﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ ﴾ یعنی اس مذموم حالت کے حاملین ﴿ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ ﴾ ان پر کلمۂ عذاب واجب ہوگیا ﴿ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ﴾ ”وہ ان جنات اور انسانوں کے گروہ کے ساتھ شامل ہوں گے جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں“ یعنی ان جملہ قوموں میں جو کفر اور تکذیب پر جمی رہیں عنقریب وہ اپنے کرتوتوں کے سمندر میں غرق ہوں گے۔ ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴾ ”یقیناً وہ نقصان پانے والے تھے۔“ اور خسران انسان کے رأس المال کے ضائع ہونے کا نام ہے۔ جب رأس المال ہی مفقود ہو تو منافع سے محرومی تو بدرجہ اولی ہے۔ پس وہ ایمان سے محروم ہو گئے ہیں انہیں کوئی نعمت حاصل ہوئی نہ وہ جہنم کے عذاب سے بچ سکے۔ ﴿ وَلِكُلٍّ ﴾ یعنی اہل خیر اور اہل شر میں سے ہر ایک ﴿ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ﴾ خیر اور شر کے مطابق اپنے اپنے مرتبہ پر اور اپنے اپنے اعمال کی مقدار کے مطابق آخرت میں اپنے اپنے درجہ پر ہوگا۔ بنا بریں فرمایا: ﴿ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴾ ”اور ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔“ یعنی ان کی برائیوں میں کوئی اضافہ کیا جائے گا نہ ان کی نیکیوں میں کوئی کمی کی جائے گی۔

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ؕ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا

اور جس دن پیش کیے جائینگے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا آگ پر (کہا جائے گا) لے لیا تم نے (پورا حصہ) اپنی لذتوں کا اپنی زندگانی دنیا میں،

وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ

اور فائدہ اٹھا لیا تم نے ان سے، پس آج بدلہ دیے جاؤ گے تم عذاب ذلت کا بہ سبب اس کے کہ تھے تم تکبر کرتے

فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲

زمین میں ناحق اور بہ سبب اس کے کہ تھے تم نافرمانی کرتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ کفار کا حال بیان کرتا ہے، جب ان کو جہنم کے سامنے پیش کیا جائے گا اور زجر و توبیخ کرتے ہوئے ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا ﴾ ”تم اپنی دنیا کی زندگی میں لذتیں حاصل کر چکے۔“ کیونکہ تم دنیا پر مطمئن ہو گئے، اس کی لذتوں کے دھوکے میں مبتلا ہو گئے، اس کی شہوات کو پسند کر لیا اور اس کی طیبات نے تمہیں آخرت کی کوششوں سے غافل کر دیا ﴿ وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ﴾ ”اور ان سے متمتع ہو چکے۔“ جیسے چراگاہ میں چرنے کے لئے چھوڑے ہوئے مویشی فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہی تمہاری آخرت میں سے تمہارا حصہ ہے ﴿ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ ﴾ یعنی آج تمہیں سخت عذاب دیا جائے گا جو تمہیں رسوا کر کے رکھ دے گا اور یہ اس سبب سے ہے جو تم اللہ پر ناحق بات کہا کرتے تھے، یعنی گمراہی کی طرف لے جانے والے جس راستے پر تم گامزن تھے تم اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے حکم کی طرف منسوب کرتے تھے، حالانکہ تم اس بارے میں جھوٹے تھے۔

﴿وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ﴾ یعنی تم تکبر کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے نکل گئے تھے۔ پس انہوں نے قول باطل، عمل باطل، اللہ تعالیٰ پر اس کی رضا کے بارے میں جھوٹ، حق کے بارے میں قدح اور حق کے بارے میں تکبر کو جمع کیا، اس لئے ان کو سخت سزا دی گئی۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ ؕ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ

اور یاد کریں عاد کے بھائی (ہود) کو جب اس نے ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور تحقیق گزر چکے کئی ڈرانے والے اس (ہود) سے پہلے

وَمِنْ خَلْفِهٖۤ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ (۲۱)

اور اسکے بعد اس (بات) سے کہ نہ عبادت کرو تم (کسی کی) سوائے اللہ کے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے ایک عظیم دن کے ○

قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انہوں نے کہا: کیا آیا ہے تو ہمارے پاس تاکہ پھیر دے تو ہمیں ہمارے معبودوں سے؟ پس لے آ تو ہمارے پاس وہ جس کا وعدہ دیتا ہے ہمیں اگر ہے تو

الصّٰدِقِيْنَ (۲۲) قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖؗ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّیْۤ

سچوں میں سے ○ ہود نے کہا یقیناً (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے اور میں پہنچاتا ہوں تم کو وہ چیز کہ بھیجا گیا ہوں میں اسکے ساتھ اور لیکن

اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (۲۳) فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا

میں دیکھتا ہوں تمہیں ایسے لوگ کہ تم جہالت کرتے ہو ○ پس جب انہوں نے دیکھا اس کو کہ ایک بادل سامنے چلا آ رہا ہے ان کی وادیوں کے تو کہا: یہ

عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ (۲۴)

بادل ہے ہم پر بارش برسانے والا (بادل نہیں) بلکہ یہ وہ عذاب ہے کہ جلدی طلب کرتے تھے تم اسکو (وہ) ہوا ہے اس میں نہایت دردناک عذاب ہے ○

تُدَمِّرُ كُلَّ شَیْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰۤى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی

وہ تباہ کر دے گی ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے، پس وہ (ایسے) ہو گئے کہ نہ دکھائی دیتا تھا (کچھ بھی) سوائے انکے گھروں کے، اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں

الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ (۲۵) وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَاۤ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا

مجرم لوگوں کو ○ اور البتہ تحقیق قدرت دی تھی ہم نے انکو اس چیز کی کہ نہیں قدرت دی ہم نے تمہیں اسکی، اور دیے تھے ہم نے انکو کان

وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖؗ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَاۤ اَبْصَارُهُمْ وَلَاۤ اَفْـِٕدَتُهُمْ

اور آنکھیں اور دل، پس نہ فائدہ دیا ان کو ان کے کانوں نے اور نہ ان کی آنکھوں نے اور نہ ان کے دلوں نے

مِّنْ شَیْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۧ (۲۶) ع

کچھ بھی جب کہ تھے وہ انکار کرتے اللہ کی آیتوں کا اور گھیر لیا ان کو اس (عذاب) نے کہ تھے وہ جس کا ٹھٹھا کرتے ○

﴿وَاذْكُرْ﴾ یعنی ثنائے جمیل کے ساتھ ذکر کر ﴿اَخَا عَادٍ﴾ ”قوم عاد کے بھائی کا“ اس سے مراد ہود علیہ السلام ہیں کیونکہ ان کا شمار ان مرسلینِ کرام میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی طرف دعوت اور اس کی طرف مخلوق

کی راہ نمائی کی وجہ سے فضیلت دی ﴿ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ ﴾ ”جب انہوں نے اپنی قوم کو ڈرایا۔“ اور وہ تھے قوم عاد ﴿ بِالْاَحْقَافِ ﴾ یعنی ان کے وہ گھر جو وادی احقاف میں معروف ہیں۔ (احقاف) سے مراد ریت کے بڑے بڑے ٹیلے ہیں جو ارض یمن میں واقع ہیں۔ ﴿ وَ قَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ ”اور یقیناً اس سے پہلے بھی ڈرانے والے گزر چکے ہیں اور اس کے بعد بھی“ یعنی حضرت ہود علیہ السلام ان میں سے کوئی انوکھے نبی نہ تھے اور نہ گزشتہ انبیاء کی مخالفت کرنے والے تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے ہدایت کرنے والے گزرے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو یہ کہتے ہوئے ڈرایا: ﴿ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴾ یعنی ان کو اللہ کی عبادت کا حکم دیا جو راست گوئی اور قابل ستائش عمل کی جامع ہے، انہیں شرک اور خدا سازی سے منع کیا اور انہیں اس بات سے ڈرایا کہ اگر انہوں نے ان کی اطاعت نہ کی تو ان پر سخت عذاب نازل ہوگا، مگر اس دعوت نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ ﴿ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ﴾ یعنی تیرے سامنے کوئی مقصد ہے نہ تیرے پاس حق ہے، سوائے اس کے کہ تو ہمارے معبودوں کے ساتھ حسد رکھتا ہے اور تو ہمیں، ہمارے معبودوں سے پھیرنا چاہتا ہے ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ”پس اگر تم سچے ہو تو جس چیز سے ہمیں ڈراتے ہو وہ ہم پر لے آؤ۔“ یہ جہالت اور عناد کی انتہا ہے۔

﴿ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ ”انہوں نے کہا، اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے۔“ پس وہی ہے جس کے ہاتھ میں تمام امور کی زمامِ اختیار اور جس کے قبضہ قدرت میں تمام معاملات کی کنجیاں ہیں اور اگر وہ چاہے تو وہی تم پر عذاب بھیج سکتا ہے ﴿ وَ اُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ ﴾ ”اور میں تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہوں وہ تمہیں پہنچا رہا ہوں“ یعنی واضح طور پر پہنچا دینے کے سوا مجھ پر کوئی اور ذمہ داری نہیں ﴿ وَ لٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴾ ”لیکن میں تمہیں دیکھتا ہوں کہ تم جاہل قوم ہو۔“ اسی وجہ سے تمہاری طرف سے اس جرأت کا ارتکاب ہوا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب نازل فرمایا۔ وہ عذاب ایک ایسی ہوا کی شکل میں تھا جس نے ان کو ہلاک اور تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ ﴿ فَلَمَّا رَاَوْهُ ﴾ جب انہوں نے اس عذاب کو دیکھا جو ﴿ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ﴾ بادل کی طرح پھیلتے ہوئے ان کی وادیوں کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں سیلاب کا پانی بہتا تھا، جہاں سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے تھے اور ان وادیوں کے کنوؤں اور تالابوں سے پانی پیتے تھے۔ ﴿ قَالُوْا ﴾ (تو) انہوں نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا: ﴿ هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ﴾ یہ بادل ہے جو ہم پر برسے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ﴾ بلکہ یہ وہ عذاب ہے جسے تم نے خود اپنے لئے چنا ہے کہ تم نے کہا تھا: ﴿ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴾ ”ہمارے پاس وہ عذاب لے آ جس کا تو ہم سے وعدہ کرتا ہے، اگر تو سچا ہے۔“ ﴿ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ۝ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ ﴾ ”یہ ایک ایسی ہوا ہے جس کے اندر دردناک عذاب ہے جو ہر چیز کو ہلاک کر دے گی۔“ یعنی یہ ہوا جس چیز پر سے گزرتی اپنی شدت اور

نحوست کی وجہ سے اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیتی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اسے ان پر مسلط رکھا ﴿سَبۡعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ حُسُوۡمًا فَتَرَى الۡقَوۡمَ فِيۡهَا صَرۡعٰى كَاَنَّهُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِيَةٍ﴾ (الحاقة:٦٩/٧) ’’لگاتار سات راتیں اور آٹھ دن (آپ وہاں ہوتے) تو اس ہوا میں لوگوں کو پچھاڑے اور مرے ہوئے دیکھتے جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوتے ہیں‘‘ ﴿بِاَمۡرِ رَبِّهَا﴾ یعنی اپنے رب کے حکم اور اس کی مشیت سے ﴿فَاَصۡبَحُوۡا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمۡ﴾ وہ ایسے ہوگئے کہ ان کے مکانات کے سوا اور کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔‘‘ اس ہوا نے ان کے مویشیوں‘ ان کے مال و متاع اور خود ان کو نیست و نابود کر دیا۔

﴿كَذٰلِكَ نَجۡزِى الۡقَوۡمَ الۡمُجۡرِمِيۡنَ﴾ ’’ہم مجرموں کو اسی طرح بدلہ دیتے ہیں۔‘‘ ان کے جرم اور ظلم کے سبب سے۔ اس کے باوجود کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بڑی بڑی نعمتوں سے نوازا‘ انہوں نے اس کا شکر ادا کیا نہ اس کا ذکر‘ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَقَدۡ مَكَّنّٰهُمۡ فِيۡمَآ اِنۡ مَّكَّنّٰكُمۡ فِيۡهِ﴾ ’’اور ہم نے ان کو ایسی قدرت سے نوازا جو کہ تمہیں نہیں عطا کی۔‘‘ یعنی ہم نے انہیں زمین میں اقتدار و اختیار عطا کیا‘ وہ زمین کی نعمتیں استعمال کرتے اور اس کی شہوات سے متمتع ہوتے تھے‘ ہم نے انہیں ایک عمر تک آباد رکھا اس عرصے کے دوران نصیحت حاصل کرنے والے نے نصیحت حاصل کی اور ہدایت یافتہ نے ہدایت پائی۔

اے مخاطبین! ہم نے قومِ عاد کو بھی اسی طرح اقتدار و اختیار عطا کیا تھا جیسے تمہیں عطا کیا ہے‘ اس لئے یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تم کو جو اقتدار عطا کیا ہے وہ صرف تمہارے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اقتدار تم سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر دے گا۔ بلکہ دوسروں کو تم سے بڑھ کر اقتدار حاصل تھا‘ مگر اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں ان کے مال‘ اولاد اور لشکر کسی کام نہ آئے۔ ﴿وَجَعَلۡنَا لَهُمۡ سَمۡعًا وَّاَبۡصَارًا وَّاَفۡـِٕدَةً﴾ ’’اور ہم نے انہیں کان‘ آنکھیں اور دل دیے۔‘‘ یعنی ان کی سماعت‘ ان کی بصارت اور ان کے اذہان میں کسی قسم کی کمی نہ تھی کہ یہ کہا جاتا کہ انہوں نے کم علمی اور علم پر قدرتِ نہ رکھنے اور عقل میں کسی خلل کی وجہ سے حق کو ترک کیا...... مگر توفیق اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

﴿فَمَآ اَغۡنٰى عَنۡهُمۡ سَمۡعُهُمۡ وَلَاۤ اَبۡصَارُهُمۡ وَلَاۤ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ﴾ ’’پس ان کے کان‘ ان کی آنکھیں اور ان کے دل کچھ کام نہ آئے۔‘‘ یعنی تھوڑا یا بہت‘ کسی کام نہ آئے کیونکہ ﴿يَجۡحَدُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ﴾ ’’وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے‘‘ جو اللہ تعالیٰ کی توحید اور اکیلے عبادت کا مستحق ہونے پر دلالت کرتی تھیں۔

﴿وَحَاقَ بِهِمۡ مَّا كَانُوۡا بِهٖ يَسۡتَهۡزِءُوۡنَ﴾ یعنی ان پر وہ عذاب نازل ہوا‘ جس کے وقوع کا وہ انکار اور انبیاء و مرسلین کے ساتھ استہزا کیا کرتے تھے جو ان کو اس عذاب سے ڈراتے تھے۔

وَلَقَدۡ اَهۡلَكۡنَا مَا حَوۡلَكُمۡ مِّنَ الۡقُرٰى وَصَرَّفۡنَا الۡاٰيٰتِ لَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ (٢٧)

اور البتہ تحقیق ہلاک (تباہ) کر دیں ہم نے جو تمہارے آس پاس ہیں بستیاں اور ہم نے پھیر پھیر کر بیان کیں آیتیں تا کہ وہ (ہماری طرف) رجوع کریں ○

فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا

پس کیوں نہ مدد کی انکی ان لوگوں نے جنھیں ٹھہرایا تھا انہوں نے سوائے اللہ کے قرب حاصل کرنے کیلئے معبود بلکہ گم ہو گئے وہ (معبود)

عَنْهُمْ ۚ وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ㉘

ان سے اور یہ ان کا جھوٹ تھا اور جو کچھ کہ تھے وہ افتراء باندھتے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ عرب کے مشرکین اور دیگر مشرکین کو ڈراتا ہے کہ اس نے انبیاء کی تکذیب کرنے والی ان قوموں کو تباہ و برباد کر دیا جو ان مشرکین کے ارد گرد آباد تھیں بلکہ ان میں سے بہت سی قومیں تو جزیرۃ العرب میں آباد تھیں، مثلاً عاد اور ثمود وغیرہ، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی نشانیاں دکھائیں یعنی انہیں ہر نوع کی نشانیاں پیش کیں۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ شاید کہ وہ اپنے کفر اور تکذیب کے رویے سے باز آ جائیں۔ جب وہ ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو اس طرح پکڑا جس طرح زبردست اور قدرت رکھنے والی ہستی پکڑتی ہے، ان کے ان خداؤں نے ان کو کوئی فائدہ نہ دیا جن کو وہ اللہ کے بغیر پکارا کرتے تھے۔ اس لئے یہاں فرمایا: ﴿فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً﴾ ''لہذا ان لوگوں نے جن کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا تقرب کا ذریعہ بنایا تھا ان کی مدد کیوں نہ کی۔'' یعنی ان کی جو ان کا تقرب حاصل کرتے اور ان سے فائدے کی امید پر ان کی عبادت کرتے تھے ﴿بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ﴾ بلکہ ان کے معبودوں نے ان کی پکار کا کوئی جواب دیا نہ عذاب کو ان سے دور کر سکے۔ ﴿وَ ذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ یعنی وہ جھوٹ گھڑا کرتے تھے، جس کی بنا پر وہ سمجھتے تھے کہ وہ حق پر ہیں اور ان کے اعمال ان کو فائدہ دیں گے، مگر وہ اعمال بے کار اور باطل ہو گئے۔

وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا

اور (یاد کریں) جب ہم نے پھیر دی آپ کی طرف ایک جماعت جنوں کی وہ سنتے تھے قرآن، پس جب وہ حاضر ہوئے اس (کی تلاوت) کو تو انہوں نے کہا:

اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ㉙ قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا

خاموش رہو پس جب ختم کی گئی (تلاوت) تو لوٹے وہ (جن) اپنی قوم کی طرف ڈرانے والے (بن کر) ○ انہوں نے کہا: اے ہماری قوم! بیشک

سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ

ہم نے سنی ہے ایک کتاب جو نازل کی گئی ہے بعد موسیٰ کے، وہ تصدیق کرنے والی ہے ان (کتابوں) کی جو اس سے پہلے ہیں، وہ رہنمائی کرتی ہے

اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ ㉚ يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ

حق کی طرف اور راہ مستقیم کی طرف ○ اے ہماری قوم! قبول کر لو اللہ کے داعی (کی بات) کو اور ایمان لے آؤ اس پر

يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉛ وَمَنْ لَّا يُجِبْ

وہ بخش دے گا تمہارے لیے تمہارے گناہ اور بچائے گا وہ تمہیں نہایت دردناک عذاب سے ○ اور جو کوئی نہیں قبول کرے گا

دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ

اللہ کے داعی (کی بات) کو تو نہیں ہے وہ عاجز کرنے والا (اللہ کو) زمین میں اور نہیں ہو گا اس کا' سوائے اس (اللہ) کے'

اَوْلِيَآءُ ؕ اُولٰٓئِكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۲﴾

کوئی حمایتی ہی (بلکہ) یہ لوگ ہیں کھلی گمراہی میں ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام مخلوق' یعنی انسانوں اور جنوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے' اس لئے تمام مخلوق کو نبوت و رسالت کی تبلیغ ضروری ہے۔ انسانوں کو دعوت دینا اور ان کو برے انجام سے ڈرانا تو آپ کے لئے ممکن ہے۔ رہے جنات تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ان کو آپ کی طرف پھیر دیا' اللہ تعالیٰ نے بھیجی ﴿نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا﴾ آپ کی طرف ''جنات کی ایک جماعت تا کہ وہ قرآن سنیں جب وہ آپ کے پاس پہنچے تو کہنے لگے خاموش ہو جاؤ'' یعنی انہوں نے ایک دوسرے کو خاموش رہنے کی تلقین کی۔ ﴿فَلَمَّا قُضِيَ﴾ ''جب قرآن پڑھا جا چکا'' اور انہوں نے اس کو یاد کر لیا اور قرآن نے ان پر اثر کیا ﴿وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ﴾ تو اپنی قوم کی خیر خواہی کرنے اور ان پر حجت قائم کرنے کے لئے ان کے پاس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کی مدد کرنے اور جنات میں آپ کی دعوت کو پھیلانے کے لئے جنات کو مقرر فرمایا۔

﴿قَالُوْا يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى﴾ ''انہوں نے کہا: اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی ہے' جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی ہے۔'' یہاں انجیل کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب انجیل کے لئے اصل اور بنی اسرائیل کے لئے احکامِ شریعت کی بنیاد ہے۔ انجیل تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کی تکمیل اور بعض احکام میں ترمیم کرتی ہے۔ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْٓ﴾ ''اپنے سے پہلے کی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور راہنمائی کرتی ہے۔'' یعنی یہ کتاب جو ہم نے سنی ہے ﴿اِلَى الْحَقِّ﴾ ''حق کی طرف'' حق سے مراد ہے' ہر مطلوب اور ہر خبر میں راہِ صواب۔ ﴿وَاِلٰى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور سیدھے راستے کی طرف'' راہ نمائی کرتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے بارے میں علم' نیز اس کے احکام دینی اور احکام جزا کا علم۔

جب وہ قرآن کی مدح و توصیف اور اس کا مقام و مرتبہ بیان کر چکے تو انہوں نے اپنی قوم کو اس پر ایمان لانے کی دعوت دی' انہوں نے کہا: ﴿يٰقَوْمَنَآ اَجِيْبُوْا دَاعِيَ اللّٰهِ﴾ ''اے ہماری قوم! اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات قبول کرو۔'' یعنی جو صرف اپنے رب کی طرف دعوت دیتا ہے وہ اپنی کسی غرض اور کسی لالچ کے لئے تمہیں دعوت نہیں دیتا وہ تو تمہیں صرف تمہارے رب کی طرف بلاتا ہے تا کہ تمہارا رب تمہیں ثواب عطا کرے اور

تم سے ہر برائی اور شر کو دور کر دے اس لئے انہوں نے کہا: ﴿ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴾ ''اللہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے پناہ میں رکھے گا۔'' جب اس نے انہیں دردناک عذاب سے نجات دے دی تو اس کے بعد نعمتوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں اور یہ اس شخص کے لئے جزا ہے جو اللہ تعالیٰ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہتا ہے۔

﴿ وَمَنْ لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللّٰهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْاَرْضِ ﴾ ''اور جو اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات قبول نہیں کرے گا تو وہ زمین میں اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا۔'' کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، کوئی بھاگنے والا اس سے بھاگ سکتا ہے نہ کوئی مقابلہ کرنے والا اس پر غالب آ سکتا ہے۔ ﴿ وَلَيْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰٓئِكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''اور نہ اللہ کے سوا اور اس کے مددگار ہوں گے۔ یہی لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔'' اس شخص کی گمراہی سے بڑھ کر کون سی گمراہی ہو سکتی ہے، جسے انبیاء و رسل ﷺ نے دعوت دی، جس کے پاس وہ برے انجام سے ڈرانے والے واضح دلائل اور متواتر براہین لے کر پہنچے مگر اس نے روگردانی اور تکبر کا مظاہرہ کیا۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

کیا نہیں دیکھا (جانا) انہوں نے یہ کہ بے شک اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور نہ تھکا وہ ان کے پیدا کرنے سے

بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۳۳

(بے شک وہ) قادر ہے اس پر کہ زندہ کرے مُردوں کو کیوں نہیں! بلاشبہ وہ ہر چیز پر خوب قادر ہے○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مرنے کے بعد اعادۂ حیات پر ایسے امر کے ذریعے سے استدلال ہے جو اس سے زیادہ بلیغ ہے، یعنی وہ ہستی جس نے آسمانوں اور زمین کی عظمت ان کی وسعت اور ان کی تخلیق میں مہارت کے باوصف، کسی مشقت کے بغیر ان کو تخلیق کیا اور ان کو تخلیق کرتے ہوئے وہ تھکی نہیں، تو تمہارے مرنے کے بعد تمہاری زندگی کا اعادہ اسے کیسے عاجز کر سکتا ہے، حالانکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے؟

وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى

اور جس دن پیش کیے جائیں گے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، آگ پر، (تو کہا جائے گا) کیا نہیں ہے یہ حق؟ وہ کہیں گے، کیوں نہیں،

وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۳۴ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ

قسم ہمارے رب کی (یہ حق ہے)! اللہ فرمائے گا پس چکھو تم (یہ) عذاب بوجہ اسکے کہ تھے تم کفر کرتے○ پس آپ صبر کریں جس طرح صبر کیا

اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ۭ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا

عزم و ہمت والے رسولوں نے اور نہ جلدی طلب کریں (عذاب) ان کیلئے گویا کہ وہ (کافر)، جس دن دیکھیں گے اس (عذاب) کو جس کا

يُوْعَدُوْنَ ۙ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ

وہ وعدہ دیے جاتے ہیں (تو سمجھیں گے کہ) نہیں ٹھہرے وہ (دنیا میں) مگر ایک گھڑی ہی دن کی (یہ تو) پہنچا دینا ہے،

فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع

سو نہیں ہلاک کیا جائے گا (کوئی اور) سوائے نافرمان لوگوں کے ○

جہنم کے سامنے پیش کیے جانے پر، جس کو وہ جھٹلایا کرتے تھے، کفار کی جو حالت ہوگی اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، نیز یہ کہ ان کو زجر و توبیخ کی جائے گی اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ﴾ ''کیا یہ حق نہیں ہے؟'' جبکہ تم اس جہنم میں پہنچ چکے ہو اور اس کا واضح مشاہدہ بھی کر چکے ہو ﴿ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا ﴾ ''تو وہ کہیں گے: کیوں نہیں ہمارے رب!'' پس وہ اپنے گناہ کا اعتراف کریں گے اور ان کا جھوٹ واضح ہو جائے گا۔ ﴿ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴾ ''اللہ فرمائے گا: اب اپنے کفر کے بدلے عذاب کا مزہ چکھو'' یعنی ہمیشہ چمٹے رہنے والے عذاب کا مزا چکھو، جس طرح کفر تمہاری دائمی اور لازمی صفت تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا کہ وہ آپ کو جھٹلانے والوں اور آپ سے عداوت رکھنے والوں کی ایذا رسانی پر صبر کریں اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے رہیں نیز یہ کہ وہ اولوالعزم انبیاء و رسل کی پیروی کریں جو تمام مخلوق کے سردار، عزائم کے مالک اور بلند ہمت تھے، جن کا صبر بہت عظیم اور جن کا یقین کامل تھا۔ پس تمام مخلوق میں وہی سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو نمونہ بنایا جائے ان کے آثار کی پیروی کی جائے اور ان کی روشنی سے راہنمائی حاصل کی جائے۔

چنانچہ رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا صبر کیا کہ آپ سے پہلے کسی نبی نے ایسا صبر نہیں کیا۔ آپ کے تمام دشمنوں نے آپ پر مصیبتوں کے پہاڑ توڑ دیے، ان سب نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت کا راستہ روکا، محاربت اور عداوت میں ان سے جو کچھ ممکن تھا انہوں نے کیا...... مگر رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بیان کرتے رہے، اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کرتے رہے اور جو اذیتیں آپ کو پہنچتیں ان پر صبر کرتے رہے...... یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمین پر اقتدار سے سرفراز فرمایا، اس نے آپ کے دین کو تمام ادیان پر اور آپ کی امت کو تمام امتوں پر غالب کر دیا...... صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا.

﴿ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ ﴾ یعنی عذاب کے لئے جلدی مچانے والے اہل تکذیب کے لئے جلدی نہ کیجیے یہ سب ان کی جہالت اور حماقت کے سبب سے ہے، وہ اپنی جہالت کی بنا پر آپ کو ہلکا اور حقیر نہ سمجھیں۔ ان کا جلدی مچانا آپ کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ آپ ان کے لئے بددعا کریں، کیونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہوتی ہے۔

﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا ﴾ ''جس دن یہ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (خیال کریں گے) گویا وہ نہیں رہے۔'' یعنی دنیا کے اندر ﴿ اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ ﴾ ''مگر گھڑی بھر دن کی'' نہایت قلیل مدت کے لئے ان کا متمتع ہونا آپ کو غم زدہ نہ کرے۔ بالآخر انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا ہے۔

﴿ بَلٰغٌ ﴾ یہ دنیا، اس کی متاع اور اس کی لذات و شہوات، تھوڑے وقت کے لئے ہیں اور ختم ہونے والی ہیں۔ اور یہ

قرآن عظیم جو ہم نے پوری طرح تمہارے سامنے بیان کر دیا ہے' تمہارے لئے کافی اور آخرت کے لئے زادِ راہ ہے' کتنا اچھا ہے یہ زادراہ! یہ ایسا زادِراہ ہے جو نعمتوں بھری جنت تک پہنچاتا اور دردناک عذاب سے بچاتا ہے' یہ افضل ترین زادراہ ہے جسے مخلوق اپنے ساتھ لیتی ہے اور یہ جلیل ترین نعمت ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا ہے۔

﴿فَهَلْ يُهْلَكُ﴾ ''وہی ہلاک ہوں گے۔'' یعنی عقوبات کے ذریعے سے ﴿اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ جن کے اندر کوئی بھلائی نہیں' وہ اپنے رب کی اطاعت کے دائرے سے نکل گئے اور انہوں نے اس حق کو قبول نہ کیا جو ان کے پاس رسول ﷺ لے کر آئے تھے' ان کی کوتاہی کے باوجود اللہ تعالیٰ نے ان کا عذر قبول کیا' ان کو برے انجام سے ڈرایا' مگر وہ اپنے کفر اور تکذیب پر جمے رہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اس رویے سے بچائے۔

تفسیر سورۂ محمد

سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ
(۴۷) مَدَنِيَّةٌ (۹۵)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۳۸
رُكُوْعَاتُهَا ۴

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ① وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا اللہ کی راہ سے ضائع کر دیئے اللہ نے ان کے عمل ○ اور وہ لوگ جو ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ

اور عمل کیے انہوں نے نیک' اور وہ ایمان لائے اس (قرآن) پر بھی جو نازل کیا گیا محمد پر اور وہ حق ہے انکے رب کی طرف سے اللہ نے دور کر دیں

عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ② ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ

ان سے انکی برائیاں اور اصلاح کر دی انکے حال کی ○ یہ اس لئے کہ بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' انہوں نے پیروی کی باطل کی اور بلاشبہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ③

وہ لوگ جو ایمان لائے انہوں نے پیروی کی حق کی اپنے رب کی طرف سے' اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ لوگوں کے لیے مثالیں ان کی ○

یہ آیات کریمہ اہلِ ایمان کے ثواب' نافرمانوں کے عذاب' اس کے سبب اور مخلوق کو اس سے عبرت حاصل کرنے کے ذکر پر مشتمل ہیں' چنانچہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ یہ رؤسائے کفر اور ائمہ ضلالت ہیں' جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کی آیات کا انکار کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی انبیاء و رسل اور ان کی دعوت سے اپنے آپ کو اور دوسروں کو روک رکھا ہے۔ ﴿اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ﴾ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال کو اللہ تعالیٰ نے باطل کر دیا اور اس سبب سے ان کو بدبختی میں مبتلا کر دیا۔ یہ ان کے اعمال کو شامل ہے جو یہ لوگ اس لئے کرتے تھے تاکہ حق اور اولیاء اللہ کے خلاف سازشیں کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب اور سازشوں کو ان کے سینوں ہی میں دبا دیا اور وہ اپنے مقصد کو نہ پا سکے اور ان کے وہ اعمال جن پر وہ ثواب کی امید رکھتے تھے'

اللہ تعالیٰ ان کو اکارت کر دے گا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے باطل کی پیروی کی اور اس سے مراد ہر وہ غایت مطلوب ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود نہ ہو، مثلاً: بتوں اور خود ساختہ معبودوں کی عبادت۔ چونکہ باطل کی مدد کے لئے کیے گئے تمام اعمال باطل ہوتے ہیں اس لئے ان کے لئے کیے گئے تمام اعمال اکارت ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' لیکن ﴿ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ وہ لوگ جو اس چیز پر ایمان لائے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء و رسل پر عموماً نازل کی اور جو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر خصوصاً نازل کی۔ ﴿ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ اور انہوں نے اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق واجبہ و مستحبہ کو ادا کرتے ہوئے نیک اعمال کیے ﴿ كَفَّرَ ﴾ ''مٹا دے گا'' اللہ تعالیٰ ﴿ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ﴾ ان کے چھوٹے اور بڑے گناہوں کو۔ جب ان کے گناہ مٹا دیئے گئے تو انہوں نے دنیا اور آخرت کے عذاب سے نجات پائی۔ ﴿ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کے دین و دنیا، ان کے قلوب اور ان کے اعمال کی اصلاح کرے گا، ان کے ثواب کو نشوونما دے کر اس کی اصلاح کرے گا، نیز اللہ تعالیٰ ان کے تمام احوال کی اصلاح کرے گا۔

اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿ اتَّبَعُوا الْحَقَّ ﴾ ''انہوں نے حق کی اتباع کی'' جو صدق و یقین ہے اور جس پر یہ قرآن عظیم مشتمل ہے ﴿ مِنْ رَّبِّهِمْ ﴾ جو ان کے رب کی طرف سے صادر ہوا ہے جس نے اپنی نعمتوں سے ان کی تربیت کی اور اپنے لطف و کرم سے ان کی تدبیر کی، پس اللہ تعالیٰ نے حق کے ذریعے سے ان کی تربیت کی، انہوں نے حق کی اتباع کی، تب ان کے تمام امور درست ہو گئے۔

چونکہ ان کا منتہائے مقصود حق سے متعلق ہے، جو ہمیشہ باقی رہنے والے اللہ کی طرف منسوب اور حق مبین ہے، اس لئے یہ وسیلہ درست اور باقی رہنے والا اور اس کا ثواب بھی باقی رہنے والا ہے۔ ﴿ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کے سامنے اہل خیر اور اہل شر کو کھول کھول کر بیان کر دیا اور ان میں سے ہر ایک کے اوصاف بیان کر دیئے جن کے ذریعے سے ان کو پہچانا جاتا ہے اور ان کے ذریعے سے ان میں امتیاز کیا جاتا ہے ﴿ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ﴾ (الانفال: ۸/۴۲) ''تاکہ جسے ہلاک ہونا ہے وہ واضح دلیل کے ساتھ ہلاک ہو اور جو زندہ رہے وہ واضح دلیل کے ساتھ زندہ رہے۔''

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا

پس جب ملو تم (جہاد میں) ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تو (مارو) مارنا گردنیں (انکی) یہاں تک کہ جب خوب قتل کر چکو تم انکو تو مضبوطی سے باندھ دو

الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ۟ ذٰلِكَ ؕۛ

(قیدیوں کو) بیڑیوں میں پھر یا تو (ان پر) احسان کرنا ہے اسکے بعد اور یا فدیہ (تاوان) لینا ہے یہاں تک کہ رکھ (ڈال) دے لڑائی اپنے ہتھیار (حکم) یہی ہے

وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ ۙ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۠ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ

اور اگر چاہتا اللہ (تو خود ہی) البتہ بدلہ لے لیتا ان سے اور لیکن (تمہیں حکم دیا ہے) تا کہ آزمائے وہ تمہارے بعض کو ساتھ بعض کے اور وہ لوگ

قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ④ سَیَهْدِیْهِمْ وَیُصْلِحُ بَالَهُمْ ⑤

جو قتل (شہید) کیے گئے اللہ کی راہ میں، پس ہرگز نہیں ضائع کرے گا وہ اعمال ان کے ○ عنقریب وہ رہنمائی کرے گا ان کی اور اصلاح کرے گا ان کے حال کی ○

وَیُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ⑥

اور وہ داخل کرے گا انہیں (اس) جنت میں کہ خوب پہچان کروا چکا ہے وہ اس کی ان کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کی ان امور کی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے، جن میں ان کی بھلائی اور ان کے دشمنوں کے مقابلے میں نصرت ہے، ارشاد فرماتا ہے: ﴿فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا﴾ جب جنگ اور قتال میں تمہارا کفار سے سامنا ہو تو ان کے خلاف بہادری سے لڑو اور ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ ان کو اچھی طرح کچل دو اور جب تم ان کی طاقت کو توڑ چکو اور تم سمجھو کہ ان کو قیدی بنانا زیادہ بہتر ہے ﴿فَشُدُّوا الْوَثَاقَ﴾ تو انہیں مضبوطی سے باندھ لو۔ یہ ان کو قیدی بنانے کے لئے احتیاط ہے تاکہ وہ بھاگ نہ جائیں۔ جب ان کو مضبوطی سے باندھ دیا جائے گا تو مسلمان ان کی طرف سے جنگ اور ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں گے۔

جب وہ تمہاری قید میں آ جائیں، تو تمہیں اختیار ہے کہ تم ان پر احسان کرتے ہوئے مال اور فدیہ لئے بغیر چھوڑ دو یا ان سے فدیہ لے لو یعنی تم ان کو اس وقت تک آزاد نہ کرو جب تک کہ وہ اپنا فدیہ ادا نہ کریں یا ان کے ساتھی فدیہ میں کچھ مال ادا نہ کریں یا اس کے بدلے میں کسی مسلمان قیدی کو، جو ان کی قید میں ہو، آزاد نہ کریں۔ یہ حکم دائمی ہے ﴿حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا﴾ حتیٰ کہ جنگ باقی نہ رہے اور تمہارے درمیان صلح اور امن قائم ہو جائے کیونکہ ہر مقام کے لئے ایک قول اور ہر صورتِ حال کے لئے ایک حکم ہے۔ گزشتہ صورت حال اس وقت تھی جب جنگ اور قتال کی حالت تھی۔ جب کسی وقت، کسی سبب کی بنا پر جنگ اور قتال نہ ہو تو قتل اور قیدی بنانے کا فعل بھی نہ ہوگا۔

﴿ذٰلِكَ﴾ یعنی یہ حکم مذکور کفار کے ذریعے سے اہل ایمان کی آزمائش، ان کے درمیان گردش ایام اور ایک دوسرے کے خلاف فتح حاصل کرنے کے بارے میں ہے ﴿وَلَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ﴾ ”اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا۔“ کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے کہ کسی ایک ہی موقع پر کفار سے انتقام نہ لے تاکہ مسلمانوں کے ہاتھوں ان کی اصل ہی ختم نہ ہو جائے۔ ﴿وَلٰكِنْ لِّیَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ”لیکن اس نے چاہا کہ ایک دوسرے کے ذریعے سے تمہاری آزمائش کرے“ تاکہ جہاد کا بازار گرم رہے اور بندوں کے احوال کھلتے رہیں، سچے اور جھوٹے میں امتیاز ہوتا رہے، جو کوئی ایمان لائے وہ علی وجہ البصیرت ایمان لائے، وہ مسلمانوں کے غلبے سے مطیع ہو کر ایمان نہ لائے، کیونکہ یہ تو بہت ہی کمزور ایمان ہے اور ایسا ایمان رکھنے والا شخص امتحان اور آزمائش کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

﴿وَالَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ﴾ ”اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے“ ان کے لئے ثواب جزیل اور اجر

جمیل ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو ان لوگوں کے خلاف لڑتے ہیں جن کے خلاف ان کو لڑنے کا حکم دیا گیا ہے' تاکہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اعمال کو باطل اور ضائع نہیں کرے گا بلکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال قبول فرما کر ان کو بڑھائے گا۔ دنیا و آخرت میں ان کے اعمال کے نتائج ظاہر ہوں گے۔ ﴿ سَيَهْدِيْهِمْ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کو اس راستے کی طرف چلنے کی توفیق عطا کرے گا جو جنت کی طرف جاتا ہے۔ ﴿ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴾ اللہ تعالیٰ ان کے احوال اور معاملات کی اصلاح کرے گا' ان کا ثواب درست اور کامل ہوگا' جس میں کسی بھی لحاظ سے کوئی تنگی ہو گی نہ تکدر۔ ﴿ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴾ اور انھیں اس جنت میں داخل کرے گا جس سے انھیں شناسا کر دیا ہے۔'' یعنی اولاً ان کے سامنے جنت کے اوصاف اور اس جنت تک پہنچنے کے اعمال بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان میں اس کا شوق پیدا کر کے اس سے متعارف اور واقف کرایا اور ان جملہ اعمال میں اللہ کے راستے میں شہادت بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان اعمال کو بجالانے کی توفیق عطا کی اور ان میں رغبت پیدا کی۔ پھر جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو ان کی منازل' ان کے اندر موجود نعمتوں اور ہر قسم کے تکدر سے پاک زندگی سے متعارف کرائے گا۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑦ وَالَّذِيْنَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر تم مدد کرو گے اللہ (کے دین) کی تو وہ مدد کرے گا تمہاری اور ثابت رکھے گا قدم تمہارے ○ اور وہ لوگ

كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ⑧ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَآ

جنہوں نے کفر کیا' پس ہلاکت ہے ان کیلئے' اور ضائع کر دے گا وہ (اللہ) اعمال انکے ○ یہ اس لئے کہ بلاشبہ انہوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جو

اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ⑨

نازل کی اللہ نے' پس برباد کر دیے اس نے اعمال ان کے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے حکم ہے کہ وہ اقامتِ دین' اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت اور اس کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کے ذریعے سے اس کی مدد کریں اور ان تمام امور میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مقصود ہو۔ جب وہ یہ تمام کام کر لیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور ان کو ثابت قدمی عطا کرے گا' یعنی اللہ تعالیٰ طمانینت اور ثبات کے ذریعے سے ان کے دلوں کو مضبوط کرے گا' ان کے اجساد کو ان امور کو برداشت کرنے کی قوت عطا فرمائے گا اور ان کے دشمنوں کے خلاف ان کی مدد فرمائے گا۔

یہ ایک کریم اور وعدے کی سچی ہستی کا وعدہ ہے کہ جو کوئی اپنے قول و فعل سے اس کی مدد کرے گا تو وہ بھی اپنے دوست کی مدد کرے گا اور اسے فتح و نصرت کے اسباب یعنی ثابت قدمی وغیرہ عطا کرے گا۔ رہے وہ لوگ جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا اور باطل کی مدد کی تو ان کے لیے ہلاکت ہے' کیونکہ وہ الٹے پاؤں رسوائی کی راہ پر چل

رہے ہیں۔ ﴿ وَاَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کے ان اعمال کو باطل کر دے گا جن کے ذریعے سے وہ حق کے خلاف سازشیں کیا کرتے تھے۔ ان کا مکر و فریب انہی پر الٹ جائے گا' اور ان کے اعمال باطل ہو جائیں گے جن کے بارے میں انہیں زعم تھا کہ یہ اعمال انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کیے ہیں۔

کفار کو گمراہ کرنے اور ان کے لئے ہلاکت کے مقدر ہونے کا سبب یہ ہے کہ ﴿ كَرِهُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ ﴾ کہ انہیں قرآن سخت ناپسند تھا جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا' جسے اللہ تعالیٰ نے بندوں کی بھلائی اور ان کی فلاح کے لئے نازل فرمایا' مگر انہوں نے اسے قبول نہ کیا' بلکہ اسے ناپسند کیا اور اس کے ساتھ بغض رکھا ﴿ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ﴾ ''تو اللہ نے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔''

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ

کیا پس نہیں سیر کی انہوں نے زمین میں' پھر دیکھتے وہ کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے؟ تباہی ڈال دی

اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ز وَلِلْكٰفِرِيْنَ اَمْثَالُهَا ⑩ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اللہ نے ان پر' اور کافروں کے لیے اس جیسی سزائیں ہیں ○ یہ اس لیے کہ بلاشبہ اللہ مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے'

وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ⑪ ع

اور بے شک کافر لوگ' نہیں کوئی مددگار ان کا ○

رسول مصطفی ﷺ کی تکذیب کرنے والے یہ لوگ زمین میں چلتے پھرتے کیوں نہیں؟ ﴿ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیسا ہوا؟'' پس وہ ان کے انجام کو بدترین انجام پائیں گے اور وہ اپنے دائیں بائیں جدھر بھی دیکھیں گے وہ پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو پائیں گے کہ وہ ہلاک ہو گئے' ان کے کفر اور تکذیب انبیاء نے ان کی جڑ کاٹ کر رکھ دی' ان کا نام و نشان مٹ گیا' اللہ تعالیٰ نے نہ صرف ان کے اموال اور گھر بار کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ ان کے اعمال اور ان کی سازشوں کا تار و پود بکھیر دیا۔ ہر زمان و مکان میں کافروں کا اسی قسم کا برا انجام ہوتا ہے اور انہیں بری سزائیں ملتی ہیں۔ رہے اہل ایمان' تو اللہ تعالیٰ ان کو عذاب سے نجات دیتا ہے اور انہیں بے پایاں ثواب عطا کرتا ہے۔

﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ﴾ ''اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا والی و مددگار ہے۔'' اس نے اپنی رحمت سے ان کی سرپرستی کی' انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لایا اور ان کی جزا اور فتح و نصرت کی ذمہ داری لی۔ ﴿ وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ ﴾ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کی سرپرستی کے تعلق کو قطع کر دیا اور اپنے آپ پر اس کی رحمت کے دروازے بند کر لیے۔ ﴿ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ﴾ ان کا کوئی والی و مددگار نہیں ہے جو سلامتی کے راستوں کی طرف ان کی راہ نمائی کرے' انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب اور اس کی سزا سے بچائے

بلکہ ان کے سرپرست تو طاغوت ہیں جو انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں میں لے آتے ہیں۔ یہی لوگ جہنمی ہیں اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا
بلاشبہ اللہ داخل کرے گا ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور عمل کیے انہوں نے نیک، باغات میں، چلتی ہیں ان کے نیچے
الْاَنْهٰرُ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ
نہریں، اور وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ فائدہ اٹھاتے ہیں (دنیا ہی کا)، اور وہ کھاتے ہیں جس طرح کھاتے ہیں
الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫
چوپائے اور آگ ہی ٹھکانا ہے ان کا○

اس بات کا ذکر کرنے کے بعد کہ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کا سرپرست ہے یہ بھی بیان فرمایا کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں داخل کرے گا، جہاں نہریں بہتی ہوں گی جو خوبصورت باغات، ہر قسم کے تروتازہ پھل اور میوے دار درختوں کو سیراب کریں گی۔ چونکہ کفار کے بارے میں ذکر فرمایا کہ ان کا کوئی والی و مددگار نہیں، اس لئے فرمایا کہ ان کو ان کے نفس کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ بنابریں وہ مروت کی صفات سے متصف ہو سکے نہ انسانی صفات سے بلکہ وہ نچلی سطح پر گر کر چوپایوں کی مانند ہو گئے ہیں جو عقل سے محروم ہوتے ہیں اور ان میں کوئی فضیلت نہیں ہوتی۔ ان کا سب سے بڑا مقصد صرف دنیا کی لذات و شہوات سے متمتع ہونا ہے۔ اس لئے آپ دیکھیں گے کہ ان کی ظاہری و باطنی حرکات انہی لذات و شہوات کے دائرہ میں ہوتی ہیں اور ان امور کے لئے نہیں ہوتیں جن میں خیر اور سعادت ہوتی ہے۔ بنابریں ان کا ٹھکانا جہنم ہوگا، یعنی جہنم کے اندر ان کے لئے گھر تیار کیا گیا ہوگا۔ جہاں ان کے عذاب میں کبھی انقطاع واقع نہیں ہوگا۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ
اور کتنی ہی بستیاں، وہ شدید تر تھیں قوت میں آپ کی (اس) بستی (مکہ) سے، جس سے نکالا ہے اس (کے رہنے والوں) نے آپ کو،
اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬
ہلاک کر دیا ہم نے ان کو پس نہیں تھا کوئی (بھی) مدد کرنے والا ان کی○

تکذیب کرنے والوں کی بستیوں میں سے کتنی ہیں جو اموال و اولاد، اعوان و انصار اور عمارات و آلات کے لحاظ سے آپ کی بستی سے زیادہ طاقتور تھیں ﴿ اَهْلَكْنٰهُمْ ﴾ جب انہوں نے ہمارے رسولوں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو ہلاک کر ڈالا، ان کو وعظ و نصیحت نے کوئی فائدہ دیا نہ ہم نے ان کا کوئی مددگار پایا اور نہ ان کی قوت اور طاقت اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی کام آ سکی۔ تب آپ کی بستی والے ان کمزور لوگوں کا کیا حال ہے، جب انہوں نے آپ

کو آپ کے وطن سے نکال دیا، آپ کی تکذیب کی، آپ سے عداوت رکھی حالانکہ آپ افضل المرسلین اور خیر الاولین والآخرین ہیں؟ اگر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو رحمت اور ہر کافر اور منکرِ حق پر نرمی کرنے کے ساتھ مبعوث نہ کیا ہوتا، تو کیا یہ لوگ ہلاکت اور سزا کے دوسروں سے زیادہ مستحق نہیں؟

اَفَمَنْ كَانَ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ

کیا پس جو شخص کہ وہ ہے اوپر واضح دلیل کے اپنے رب کی طرف سے، مانند اس شخص کے ہے کہ مزین کر دی گئی اس کیلئے بد عملی اسکی

وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿١٤﴾

اور پیروی کی انہوں نے اپنی خواہشات کی؟ ○

یعنی وہ شخص جو اپنے امورِ دین میں علم و عمل کے اعتبار سے بصیرت سے بہرہ ور ہے، علمِ حق سے سرفراز اور اس کی اتباع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے ساتھ جو وعدہ کر رکھا ہے، اس پر اسے پورا یقین ہے کیا ایسے شخص کے برابر ہو سکتا ہے جو دل کا اندھا ہے، جس نے حق کو چھوڑ کر اسے گم کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ نمائی کے بغیر اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی۔ بہ ایں ہمہ وہ اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ حق پر ہے؟ دونوں فریقوں کے درمیان کتنا فرق اور دونوں گروہوں، یعنی اہل حق اور اہل باطل کے درمیان کتنا تفاوت ہے؟

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ

مثال اس جنت کی جس کا وعدہ کیے گئے متقی لوگ (یہ ہے) اس میں نہریں ہیں (ایسے) پانی کی کہ نہیں وہ بدلنے والا اور نہریں ہیں ایسے

لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ۬ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ

دودھ کی کہ نہیں تبدیل ہوا (کبھی) ذائقہ اسکا اور نہریں ہیں ایسی شراب کی جو لذیذ ہے پینے والوں کیلئے اور نہریں ہیں شہد کی

مُّصَفًّی ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ

جو صاف کیا ہوا ہے اور ان کیلئے اس میں ہر قسم کے پھل ہونگے اور مغفرت ہوگی انکے رب (کیطرف) سے (کیا یہ لوگ) مانند ان لوگوں کے ہو سکتے ہیں

هُوَ خَالِدٌ فِی النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴿١٥﴾

کہ وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں آگ میں، اور وہ پلائے جائیں گے پانی سخت گرم کھولتا ہوا؟ پس وہ ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا انکی آنتیں ○

یعنی جنت جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان بندوں کے لئے تیار کیا جو اس کی ناراضی سے ڈر گئے اور اس کی رضا کی پیروی کی، اس کی مثال یعنی اس کی صفت اور اس کا وصف جمیل یہ ہے ﴿ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ﴾ اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو کسی مضر صحت امر، بدبو، حرارت اور گدلے پن کی وجہ سے متغیر نہ ہوگا بلکہ وہ صاف ترین اور شیریں ترین پانی ہوگا، اس کی خوشبو بہترین اور پینے میں نہایت لذیذ ہوگا۔ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ﴾ ''اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزہ نہیں بدلتا''، یعنی خراب اور کھٹا ہو جانے کے باعث اس کا ذائقہ متغیر نہ

ہوا ہوگا۔ ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴾ ’’اور شراب کی نہریں ہیں جن میں پینے والوں کے لیے بڑی لذت ہے‘‘ یعنی اس شراب سے بہت زیادہ لذت حاصل ہوگی، دنیا کی شراب کی مانند نہیں کہ جس کا ذائقہ نہایت ناخوشگوار ہوتا ہے، جو سر کو چکرا دیتی ہے اور عقل کو خراب کر دیتی ہے ﴿ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ﴾ ’’اور نہریں ہیں شہد کی جو بہت صاف ہے۔‘‘ یعنی یہ شہد موم اور دیگر ہر قسم کے میل کچیل سے پاک ہوگا۔

﴿ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ﴾ جنت میں کھجور، انگور، سیب، انار، لیموں، انجیر اور ان کے علاوہ دیگر بہت سے پھل ہوں گے جن کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں ہے، تو یہ تمام محبوب و مطلوب چیزیں انہیں حاصل ہوں گی۔ پھر فرمایا: ﴿ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ ’’اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے۔‘‘ جس سے وہ امور زائل ہو جائیں گے جو ڈرانے والے ہیں۔

پس یہ لوگ بہتر ہیں یا وہ شخص جو ہمیشہ آگ میں رہے گا جس کی حرارت نہایت شدید ہوگی اور اس کا عذاب کئی گنا ہوگا ﴿ وَسُقُوْا ﴾ ’’اور انہیں پلایا جائے گا۔‘‘ یعنی جہنم میں ﴿ مَآءً حَمِيْمًا ﴾ سخت کھولتا ہوا پانی ﴿ فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ﴾ ’’جو ان کی انتڑیوں کو کاٹ ڈالے گا۔‘‘ پس پاک ہے وہ ذات جس نے دونوں گھروں یعنی جنت اور جہنم، دونوں قسم کی جزاؤں، دونوں قسم کے عمل کرنے والوں اور دونوں قسم کے اعمال میں تفاوت رکھا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور بعض ان میں سے وہ ہیں جو کان لگاتے ہیں آپ کی طرف یہاں تک کہ جب وہ نکلتے ہیں آپ کے پاس سے تو کہتے ہیں ان لوگوں سے کہ وہ دیے گئے

الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۣ قف اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا

علم، کیا کہا تھا اس (پیغمبر) نے ابھی؟ یہی وہ لوگ ہیں کہ مہر لگا دی ہے اللہ نے اوپر ان کے دلوں کے، اور پیروی کی انہوں نے

اَهْوَآءَهُمْ ⑯ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ⑰

اپنی خواہشات کی ○ اور وہ لوگ جنہوں نے ہدایت پائی، اللہ نے زیادہ کیا ان کو ہدایت میں اور دیا انہیں تقویٰ ان کا ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ منافقین میں ایسے لوگ بھی ہیں ﴿ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ﴾ کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں اسے سنتے ہیں، قبول کرنے اور اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی غرض سے نہیں، بلکہ اس طرح سنتے ہیں کہ ان کے دل اس سے روگرداں ہوتے ہیں۔ بنابریں فرمایا: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ﴾ ’’یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے نکل کر جاتے ہیں، تو جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے، ان سے کہتے ہیں۔‘‘ جو کچھ آپ نے کہا اور جو کچھ انہوں نے سنا جس میں انہیں کوئی رغبت نہ تھی، اس کے بارے میں استفہام کے انداز میں کہتے ہیں: ﴿ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ﴾ یعنی ابھی ابھی آپ ﷺ نے کیا کہا؟ یہ ان کا انتہائی مذموم رویہ ہے، کیونکہ اگر وہ بھلائی کے خواہش مند ہوتے تو آپ کی بات غور سے سنتے، ان کے دل اس بات کو محفوظ کر لیتے،

ان کے جوارح اس کی اطاعت میں سرنگوں ہوتے' مگر ان کا حال تو اس کے برعکس تھا' اس لئے فرمایا: ﴿ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی' ان کے لئے بھلائی کے تمام دروازے بند کر دیئے کیونکہ انہوں نے اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کی جن میں وہ محض باطل کی خواہش رکھتے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ لوگوں کا حال بیان کیا۔ فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا ﴾ وہ لوگ جنہوں نے ایمان' اطاعت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی اتباع کے ذریعے سے ہدایت پائی ﴿ زَادَهُمْ هُدًى ﴾ اللہ تعالیٰ نے ان کی قدر اور توقیر کے لئے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا ﴿ وَاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴾ ''اور انھیں ان کی پرہیزگاری عطا فرمائی'' یعنی انہیں خیر کی توفیق بخشی اور شر سے ان کی حفاظت کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے دو قسم کی جزا کا ذکر کیا ہے یعنی علم نافع اور عمل صالح۔

فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ

سو نہیں انتظار کرتے وہ مگر قیامت کا یہ کہ آئے وہ ان کے پاس اچانک' پس تحقیق آ چکی ہیں نشانیاں اس کی'

فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ⑱

پس کہاں ہوگا ان کے لیے' جب آ جائے گی ان کے پاس قیامت' نصیحت (حاصل کرنا) ان کا؟ ○

کیا یہ اہل تکذیب منتظر ہیں ﴿ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ﴾ کہ قیامت کی گھڑی اچانک ان کے پاس آئے' اور انہیں شعور بھی نہ ہو ﴿ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ﴾ یعنی قیامت کی وہ علامات آ چکی ہیں جو اس کے قریب آ جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ ﴿ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴾ جب قیامت کی گھڑی آ جائے گی' ان کی مدت مقررہ اختتام کو پہنچ جائے گی تو ان کا نصیحت پکڑنا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا طلب گار ہونا کس کام آئے گا؟ یہ سب کچھ ان کے ہاتھ سے نکل گیا' نصیحت پکڑنے کا وقت گزر گیا' انہوں نے وہ عمر گزار لی جس کے اندر نصیحت پکڑی جا سکتی تھی حالانکہ ان کے پاس برے انجام سے ڈرانے والا بھی آیا۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی ترغیب ہے کہ موت کے اچانک آ جانے سے پہلے پہلے اس کی تیاری کر لینی چاہئے' کیونکہ انسان کی موت ہی اس کے لئے قیامت کی گھڑی ہے۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ

پس آپ جان لیجئے کہ بلاشبہ نہیں کوئی معبود مگر اللہ ہی اور بخشش مانگئے اپنے گناہ کی اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے بھی

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ⑲

اور اللہ جانتا ہے چلنا پھرنا تمہارا اور ٹھکانا تمہارا ○

علم میں اقرارِ قلب اور اس معنی کی معرفت' جو علم اس سے طلب کرتا ہے' لازمی امر ہے اور علم کی تکمیل یہ ہے کہ

اس کے تقاضے کے مطابق عمل کیا جائے اور یہ علم جس کے حصول کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا علم ہے اور ہر انسان پر فرض عین ہے اور کسی پر بھی، خواہ وہ کوئی بھی ہو، ساقط نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک کے لئے اس کا حصول ضروری ہے۔ اس علم کے حصول کا طریق کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، چند امور پر مبنی ہے:

(۱) سب سے بڑا امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات اور افعال میں تدبر کیا جائے جو اس کے کمال اور اس کی عظمت وجلال پر دلالت کرتے ہیں کیونکہ اسماء وصفات میں تدبر عبادت میں کوشش صرف کرنے اور رب کامل کے لئے تعبد کا موجب ہوتا ہے جو ہر قسم کی حمد ومجد اور جلال وجمال کا مالک ہے۔

(۲) اس حقیقت کا علم کہ اللہ تعالیٰ تخلیق وتدبیر میں متفرد ہے، اس کے ذریعے سے اس بات کا علم حاصل ہوگا کہ وہ الوہیت میں بھی متفرد ہے۔

(۳) اس امر کا علم کہ ظاہری اور باطنی، دینی اور دنیاوی نعمتیں عطا کرنے میں وہ متفرد ہے۔ یہ علم دل کے اللہ کے ساتھ تعلق رکھنے، اس سے محبت کرنے، اس اکیلے کی عبادت کرنے کا موجب بنتا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔

(۴) ہم یہ جو دیکھتے اور سنتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اولیاء کے لئے، جو اس کی توحید کو قائم کرتے ہیں، فتح ونصرت اور دنیاوی نعمتیں ہیں اور اس کے دشمن مشرکین کے لئے سزا اور عذاب ہے...... یہ چیز اس علم کے حصول کی طرف دعوت دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور تمام تر عبادات کا وہی مستحق ہے۔

(۵) ان بتوں اور خود ساختہ ہمسروں کے اوصاف کی معرفت، جن کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ عبادت کی جاتی ہے اور انہیں معبود بنا لیا گیا ہے، کہ یہ ہر لحاظ سے ناقص اور بالذات محتاج ہیں، یہ خود اپنے لئے اور اپنے عبادت گزاروں کے لئے کسی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے، ان کے اختیار میں زندگی ہے نہ موت اور نہ یہ دوبارہ زندگی ہی عطا کر سکتے ہیں، یہ ان لوگوں کی کوئی مدد نہیں کر سکتے جو ان کی عبادت کرتے ہیں، بھلائی عطا کرنے اور شر کو دور کرنے میں ان کے ذرہ بھر کام نہیں آ سکتے کیونکہ ان اوصاف کا علم، اس حقیقت کے علم کا موجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہستی عبادت کی مستحق نہیں، نیز یہ علم اللہ کے ماسوا کی الوہیت کے بطلان کا موجب ہے۔

(۶) حقیقت توحید پر اللہ تعالیٰ کی تمام کتابیں اتفاق کرتی ہیں۔

(۷) اللہ تعالیٰ کے خاص بندے، جو اخلاق، عقل، رائے، صواب اور علم کے اعتبار سے اس کی مخلوق میں سب سے زیادہ کامل ہیں، یعنی انبیاء ومرسلین اور علمائے ربانی، اس حقیقت کی گواہی دیتے ہیں۔

(۸) اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو دلائل افقیہ اور نفسیہ قائم کیے ہیں، جو توحید الٰہی پر سب سے بڑی دلیل ہیں، اپنی زبان حال سے پکار پکار کر اس کی باریک کاریگری، اس کی عجیب وغریب حکمتوں اور اس کی انوکھی تخلیق کا

اعلان کرتے ہیں۔

یہ وہ طریقے ہیں‘ جن کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کثرت سے اس امر کی دعوت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں‘ ان کو اپنی کتاب میں نمایاں طور پر بیان کیا ہے اور بار بار ان کا اعادہ کیا ہے۔ ان میں سے بعض پر غور و فکر کرنے سے بندے کو علم اور یقین حاصل ہونا ایک لازمی امر ہے‘ تب بندے کو کیوں کر علم اور یقین حاصل نہ ہوگا جب دلائل ہر جانب سے مجتمع اور متفق ہو کر توحید پر دلالت کرتے ہوں۔ یہاں بندۂ مومن کے دل میں توحید پر ایمان اور اس کا علم راسخ ہو کر پہاڑوں کی مانند بن جاتے ہیں‘ شبہات و خیالات انہیں متزلزل نہیں کر سکتے اور باطل اور شبہات کے بار بار وارد ہونے سے ان کی نشو و نما اور ان کے کمال میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔

اگر آپ اس عظیم دلیل اور بہت بڑے معاملے کو دیکھیں...... اور وہ ہے قرآن عظیم میں تدبر اور اس کی آیات میں غور و فکر...... تو یہ علم توحید تک پہنچنے کے لئے بہت بڑا دروازہ ہے‘ اس کے ذریعے سے توحید کی وہ تفاصیل حاصل ہوتی ہیں جو کسی دوسرے طریقے سے حاصل نہیں ہو سکتیں۔

﴿ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ ﴾ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہ کی بخشش طلب کیجیے‘ یعنی توبہ‘ مغفرت کی دعا‘ گناہوں کو مٹا دینے والی نیکیوں اور گناہوں اور جرائم کو ترک کر کے مغفرت کے اسباب پر عمل کیجیے۔ ﴿ وَ ﴾ ’’اور‘‘ اسی طرح بخشش طلب کیجیے ﴿ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ﴾ مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لیے۔‘‘ کیونکہ وہ اپنے ایمان کے سبب سے ہر مسلمان مرد اور عورت پر حق رکھتے ہیں اور ان کے جملہ حقوق میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ ان کے لئے دعا کی جائے اور ان کے گناہوں کی بخشش مانگی جائے۔

جب آپ ان کے لئے استغفار پر مامور ہیں‘ جو ان سے گناہوں اور ان کی سزا کے ازالے کو متضمن ہے‘ تب اس کے لوازم میں سے ہے کہ ان کی خیر خواہی کی جائے‘ ان کے لئے بھلائی کو پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں‘ ان کے لئے برائی کو ناپسند کریں جو اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں‘ انہیں ان کاموں کا حکم دیں جن میں ان کے لئے بھلائی ہے اور ان کاموں سے روکیں جن سے ان کو ضرر پہنچتا ہے‘ ان کی کوتاہیوں اور عیبوں کو معاف کر دیں‘ ان کے ساتھ اس طرح اکٹھے رہنے کی خواہش رکھیں جس سے ان کے دل اکٹھے رہیں اور ان کے درمیان کینہ اور بغض زائل ہو جو عداوت اور ایسی مخالفت کا سبب بنتا ہے جس سے ان کے گناہ اور معاصی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ حرکات و تصرفات اور تمہاری آمد و رفت کو خوب جانتا ہے۔ ﴿ وَمَثْوٰىكُمْ ﴾ اور تمہاری رہائش کی جگہ کو بھی جانتا ہے۔ جہاں تم ٹھہرتے ہو۔ وہ تمہاری حرکات و سکنات کو جانتا ہے وہ تمہیں اس کی پوری پوری جزا دے گا۔

وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ ۚ فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو ایمان لائے‘ کیوں نہیں نازل کی گئی کوئی سورت؟ پھر جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورت محکم

وَ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ ۙ رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ

اور ذکر کیا جاتا ہے اس میں قتال (جہاد) کا تو دیکھتے ہیں آپ ان لوگوں کو جنکے دلوں میں روگ ہے دیکھ رہے ہوتے ہیں وہ آپ کی طرف

نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۭ فَاَوْلٰى لَهُمْ ﴿٢٠﴾ۚ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ

مانند دیکھنے اس شخص کے کہ غشی طاری ہوگئی ہو اس پر بہ سبب موت کے پس ہلاکت ہے ان کیلئے ○ اطاعت کرنا اور بھلی بات کہنا (بہتر ہے)

فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ۚ فَهَلْ عَسَيْتُمْ

پس جب پختہ ہو جائے حکم (جہاد کا) پس اگر وہ سچے رہیں اللہ سے تو ہوگا (یہ سچ) بہتر ان کے لیے ○ پس تحقیق توقع ہے تم (سے)

اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

اگر حکمران بن جاؤ تم یہ کہ فساد کرو تم زمین میں اور کاٹ ڈالو تم اپنی رشتے داریاں ○ یہی وہ لوگ ہیں کہ

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَ اَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾

لعنت کی ان پر اللہ نے پس اس نے بہرا کر دیا ان کو اور اندھی کر دیں آنکھیں ان کی ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے مشکل کاموں کے لئے جلدی مچاتے ہوئے کہتے ہیں: ﴿لَوْلَا نُزِّلَتْ سُوْرَةٌ﴾ ”کوئی سورت کیوں نازل نہیں ہوتی۔“ یعنی جس میں قتال کا حکم دیا گیا ہو ﴿فَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ مُّحْكَمَةٌ﴾ ”پس جب کوئی محکم سورت نازل ہوتی ہے۔“ یعنی اس کے عمل کو لازم ٹھہرایا گیا ہو ﴿وَّ ذُكِرَ فِيْهَا الْقِتَالُ﴾ ”اور اس میں جہاد کا ذکر ہو۔“ جو کہ نفس پر سب سے زیادہ گراں ہوتا ہے۔ تو جن کا ایمان کمزور تھا وہ اس پر ثابت قدم نہ رہے اس لئے فرمایا: ﴿رَاَيْتَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يَّنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ﴾ ”جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے تم نے ان کو دیکھا کہ وہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جس طرح کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو رہی ہو۔“ ان کے قتال کو ناپسند کرنے اور اس کی شدت کے باعث۔ یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی مانند ہے: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً﴾ (النساء: ٤/٧٧) ”کیا آپ نے ان لوگوں کو دیکھا جن سے کہا گیا اپنے ہاتھوں کو روک لو نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو پس جب ان پر قتال فرض کیا گیا تو ان میں سے ایک گروہ کا یہ حال ہے کہ وہ لوگوں سے اس طرح ڈر رہے ہیں جس طرح اللہ سے ڈرنا چاہئے یا اس سے بھی زیادہ۔“ پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے حال کے زیادہ لائق ہے۔

﴿فَاَوْلٰى لَهُمْ ○ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ﴾ یعنی ان کے لئے بہتر ہے کہ وہ موجودہ حکم ہی کی تعمیل کریں جو ان پر واجب کیا گیا ہے اسی پر اپنے ارادوں کو جمع رکھیں اور یہ مطالبہ نہ کریں کہ ان کے لئے ایسا حکم مشروع کیا

جائے جس کی تعمیل ان پر شاق گزرے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی عنایت کردہ عفو و عافیت پر خوش ہونا چاہیے۔

﴿ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ ﴾ ”پس جب بات پختہ ہو گئی۔“ یعنی جب کوئی سخت اور واجب معاملہ آ گیا تو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر کے اور اس کی اطاعت میں پوری کوشش کے ذریعے سے، اس کے ساتھ صدق کا معاملہ رکھتے ﴿ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴾ تو یہ حال ان کے پہلے حال سے بہتر ہوتا، اور اس کی مندرجہ ذیل وجوہ ہیں:

(۱) بندہ ہر لحاظ سے ناقص و ناتمام ہے، اسے کوئی قدرت حاصل نہیں، سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ اس کی مدد فرمائے، لہٰذا وہ اس سے زیادہ طلب نہ کرے جس کے کنارے پر وہ کھڑا ہوا ہے۔

(۲) جب اس کا نفس مستقبل کی فکر میں لگ جاتا ہے، تو وہ حاضر اور مستقبل کے کام پر عمل کرنے میں کمزوری دکھاتا ہے۔ رہی موجودہ صورتِ حال، تو ارادہ اور ہمت، اس سے نکل کر دوسری طرف (مستقبل کی امیدوں میں) منتقل ہو جاتے ہیں اور عمل ارادے کے تابع ہوتا ہے اور رہا مستقبل تو اس کے آتے آتے ہمت جواب دے جاتی ہے تو اسے کسی کام کی توفیق اور مدد حاصل نہیں ہوتی۔ تب اس کے خلاف مدد نہیں کی جاتی۔

(۳) وہ بندہ جو وقت موجود میں، عمل کرنے میں اپنی سستی اور کاہلی کے باوجود مستقبل سے امیدیں وابستہ کرتا ہے، وہ اس سست اور کوتاہ اندیش آدمی کی طرح ہے جسے مستقبل میں پیش آنے والے امور پر قدرت رکھنے کا قطعی یقین ہے۔ اس کے لائق یہی ہے کہ وہ اسے چھوڑ کر الگ ہو جائے اور جس امر کا ارادہ کیا ہے اور نفس کو اس پر آمادہ کر لیا ہے اسے نہ کرے۔ مناسب ہے کہ بندہ اپنے ارادے، اپنی فکر اور اپنی نشاط کو وقت موجود پر مجتمع کرے اور اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق اپنے وظیفے کو ادا کرے۔ پھر جب بھی کوئی وقت آئے تو نشاط اور مجتمع بلند ارادے کے ساتھ کسی تفرقہ کے بغیر اپنے رب سے مدد طلب کرتے ہوئے اس کا استقبال کرے۔ پس یہ شخص اپنے تمام امور میں توفیق اور درستی عطا کیے جانے کا مستحق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کا ذکر فرماتا ہے جو اپنے رب کی اطاعت سے منہ موڑتا ہے، خیر کی طرف آنے کی بجائے شر کی طرف بھاگتا ہے۔ لہٰذا فرمایا: ﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴾ ”اور تم سے یہ بھی بعید نہیں کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد برپا کر دو اور رشتے ناتے توڑ ڈالو۔“ یعنی یہ دو امور ہیں یا تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر التزام اور اس کے اوامر کے سامنے سر تسلیم خم کرنا، پس وہاں بھلائی، ہدایت اور فلاح ہے یا اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے روگردانی اور اس سے اعراض کرنا، تب اس صورت حال میں فساد فی الارض، معصیت پر عمل اور قطع رحمی کے سوا کچھ نہیں۔

﴿ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ﴾ جنہوں نے زمین میں فساد پھیلایا اور قطع رحمی کی ﴿ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ﴾ وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے قریب ہو گئے۔ ﴿ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴾

اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ حال کر دیا کہ وہ ایسی بات سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں جو انہیں فائدہ دے۔ پس ان کے کان ہیں جس سے ان پر حجت قائم ہوتی ہے۔ وہ آنکھیں رکھتے ہیں مگر وہ ان آنکھوں سے عبرتوں اور آیات کو دیکھتے ہیں نہ دلائل و براہین کی طرف التفات کرتے ہیں۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾

کیا پس نہیں غور وفکر کرتے وہ لوگ قرآن میں یا دلوں پر تالے لگے ہیں ان کے؟ ○

کتاب اللہ سے روگردانی کرنے والے یہ لوگ کتاب اللہ میں تدبر اور غور وفکر کیوں نہیں کرتے، جیسا کہ غور و فکر کرنے کا حق ہے اگر انہوں نے اس میں اچھی طرح تدبر کیا ہوتا تو یہ ہر بھلائی کی طرف ان کی راہ نمائی کرتی، انہیں ہر برائی سے بچاتی، ان کے دلوں کو ایمان سے اور ان کی عقلوں کو ایقان سے لبریز کر دیتی، وہ انہیں بلند مقاصد اور انمول عطیات تک پہنچاتی، ان کے سامنے وہ راستہ روشن کر دیتی جو انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کی جنت تک پہنچاتا ہے نیز اس جنت کی تکمیل کرنے والے امور پر اور اس کو فاسد کرنے والے امور پر دلالت کرتی، انہیں وہ راستہ بھی دکھاتی جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی طرف جاتا ہے اور یہ بھی بتاتی کہ کس چیز کے ذریعے سے اس سے بچا جائے۔ وہ انہیں ان کے رب، اس کے اسماء وصفات اور اس کے احسان کی معرفت عطا کرتی، ان میں بے پایاں ثواب حاصل کرنے کا شوق پیدا کرتی اور انہیں دردناک عذاب سے ڈراتی۔ ﴿أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا﴾ "یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں۔" یعنی دلوں میں روگردانی، غفلت اور اعتراضات کوٹ کوٹ کر بھر دیے گئے پھر ان کو بند کر کے ان پر تالے لگا دیے پس ان میں بھلائی کبھی داخل نہیں ہوگی، فی الواقع ان کا یہی حال ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ

بلاشبہ وہ لوگ جو پھر گئے اپنی پیٹھوں پر بعد اس کے کہ واضح ہو گئی ان کے لیے ہدایت، شیطان نے

سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ

مزین کر دیے ان کیلیے (عمل) اور ڈھیل دی انکو اللہ نے ○ یہ (پھرنا) بوجہ اسکے کہ بیشک انہوں نے کہا ان سے جنھوں نے ناپسند کیا اس چیز کو جو نازل کی اللہ نے

سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ

عنقریب ہم اطاعت کریں گے تمہاری بعض کاموں میں اور اللہ جانتا ہے راز انکے ○ پس کیا حال ہوگا جب (روحیں) قبض کریں گے انکی

الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا

فرشتے، مارتے ہوں گے ان کے مونہوں کو اور انکی پیٹھوں کو؟ ○ یہ (مار) اس سبب سے کہ بیشک پیروی کی انہوں نے اس چیز کی

أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾

کہ اس نے ناراض کر دیا اللہ کو اور ناپسند کی انہوں نے رضامندی اس کی پس برباد کر دیے اللہ نے اعمال ان کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ ان مرتدین کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو ہدایت اور ایمان کو چھوڑ کر الٹے پاؤں کفر اور گمراہی کی طرف لوٹ گئے، ان کا کفر کی طرف واپس لوٹنا کسی دلیل اور برہان کی بنا پر نہیں، بلکہ ان کے دشمن کے ان کو گمراہ کرنے، اس کی تزئین اور اس کی ترغیب کی بنا پر ہے ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ (النساء: ٤/ ١٢٠) ”شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امید دلاتا ہے مگر شیطان کے وعدے دھوکے اور فریب کے سوا کچھ نہیں۔“ اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے سامنے راہ ہدایت واضح ہو چکی ہے مگر انہوں نے اس سے منہ موڑ کر اسے چھوڑ دیا ﴿قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ﴾ ”انھوں نے ان لوگوں سے کہا جنھوں نے اللہ کی نازل کردہ وحی کو برا سمجھا:“ جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے عداوت رکھتے ہیں۔ ﴿سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ﴾ ”ہم بعض کاموں میں تمہاری اطاعت کریں گے۔“ یعنی جو ان کی خواہشات نفس کے موافق ہیں پس اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی گمراہی کی پاداش میں اور ان کے ایسے رویے پر قائم رہنے، جو انہیں ابدی بدبختی اور سرمدی عذاب کی طرف لے جاتا ہے، کے سبب ان کو سزا دی۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ﴾ ”اور اللہ ان کے راز جانتا ہے۔“ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیحت کی اور اسے اپنے مومن بندوں کے سامنے بیان کیا، تاکہ وہ فریب میں مبتلا نہ رہیں۔

﴿فَكَيْفَ﴾ ”پس کیسا“ ان کا برا حال اور ان کا بدترین نظارہ آپ دیکھیں گے ﴿إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ﴾ ”جب فرشتے انہیں فوت کریں گے۔“ جو ان کی روح قبض کرنے کے لئے مقرر کیے گئے ہیں ﴿يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ﴾ ”وہ (سخت گرزوں سے) ان کے چہروں اور پیٹھوں پر مار رہے ہوں گے۔“

﴿ذَٰلِكَ﴾ یہ عذاب، جس کے وہ مستحق ٹھہرے اور اس میں انہیں ڈالا گیا اس سبب سے ہے ﴿بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ﴾ کہ انہوں نے ہر کفر و فسق اور گناہ کی پیروی کر کے اللہ کو ناراض کیا ﴿وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ﴾ ”اور اس کی رضامندی کو انہوں نے ناپسند کیا۔“ پس انہیں ایسے امور میں رغبت نہ تھی جو ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بنتے ہیں اور نہ ایسے اعمال میں رغبت تھی جو انہیں اللہ تعالیٰ کے قریب کرتے ہیں۔ ﴿فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ﴾ سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو باطل اور اکارت کر دیا، یہ اس شخص کے معاملے کے برعکس ہے جو ان امور کی اتباع کرتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کو ناپسند کرتا ہے، عنقریب اللہ تعالیٰ اس کی برائیوں کو مٹا دے گا اور اس کے لئے اپنے اجر و ثواب کو کئی گنا کر دے گا۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾

کیا گمان کیا ہے ان لوگوں نے جنکے دلوں میں روگ ہے یہ کہ ہرگز نہیں نکالے (ظاہر کرے) گا اللہ کینے ان کے؟ ○

وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ط وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ط

اور اگر ہم چاہتے (تو) البتہ ہم دکھاتے آپکو وہ (منافق) پھر ضرور پہچان لیتے آپ انکو انکے چہروں کی علامات سے اور یقیناً آپ پہچان لیں گے انکو انداز گفتگو سے

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ

اور اللہ جانتا ہے اعمال تمہارے ○ اور البتہ ہم ضرور آزمائیں گے تمہیں یہاں تک کہ معلوم کر لیں ہم مجاہدین کو تم میں سے

وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

اور صبر کرنے والوں کو اور جانچ لیں ہم حالات تمہارے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ﴾ ''کیا وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے انہوں نے خیال کیا ہے۔'' یعنی وہ جن کے دلوں میں کوئی ایسا شبہ یا خواہش ہے جو قلب کو صحت اور اعتدال کی حالت سے خارج کر دیتا ہے کہ ان کے دلوں میں اسلام اور اہلِ اسلام کے لیے جو کینہ اور عداوت ہے اللہ اسے ظاہر نہیں کرے گا؟ یہ ایسا گمان ہے جو اللہ تعالیٰ کی حکمت کے لائق نہیں اور یہ ضروری ہے کہ وہ جھوٹے میں سے سچے کو واضح کرے اور یہ چیز آزمائش اور امتحان سے ثابت ہوتی ہے۔ جو کوئی اس امتحان میں پورا اترا اور اس کا ایمان ثابت رہا وہی حقیقی مومن ہے اور جس کو اس امتحان وابتلاء نے الٹے پاؤں پھیر دیا اور اس نے اس پر صبر نہ کیا اور جب اس پر امتحان آیا تو اس نے جزع فزع کیا اور اس کا ایمان کمزور ہو گیا۔ اس کے دل میں جو بغض اور کینہ تھا ظاہر ہو گیا اور یوں اس کا نفاق ظاہر ہو گیا۔ یہ حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہے' اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور آپ انہیں ان کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔'' یعنی ان کی ان علامات کے ذریعے سے آپ ان کو پہچان لیں گے جو گویا ان کے چہروں پر مرقوم ہیں ﴿وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ ''اور یقیناً آپ انہیں ان کی بات کے انداز سے پہچان لیں گے۔'' یعنی یہ ایک لازمی امر ہے کہ ان کے دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر اور ان کی زبان کی لغزش سے واضح ہو کر رہے گا کیونکہ زبان دل کی نقیب ہوتی ہے جو خیر اور شر دل میں ہوتا ہے اسے زبان ظاہر کر دیتی ہے ﴿وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔'' پس وہ تمہیں اس کی جزا دے گا۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے سب سے بڑے امتحان کا ذکر فرمایا ہے جس کے ذریعے سے وہ اپنے بندوں کو آزماتا ہے اور وہ ہے جہاد فی سبیل اللہ۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ یعنی ہم تمہارے ایمان اور صبر کا امتحان لیں گے ﴿حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ﴾ ''تا کہ جو تم میں لڑائی کرنے والے اور ثابت قدم رہنے والے ہیں' ہم ان کو معلوم کر لیں۔'' پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتا ہے' اس کے دین کی مدد اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرتا ہے' وہی حقیقی مومن ہے اور جو کوئی اس بارے میں سستی اور تن آسانی سے کام لیتا ہے' تو اس کے ایمان میں نقص ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا' اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے' اور مخالفت کی رسول (علیہ السلام) کی بعد اس کے

مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ۗ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ ﴿۳۲﴾

کہ واضح ہوگئی ان کیلئے ہدایت، ہرگز نہیں بگاڑ سکیں گے وہ اللہ کا کچھ بھی اور عنقریب وہ (اللہ) برباد کرے گا اعمال ان کے ○

یہ آیت کریمہ ان لوگوں کے لئے نہایت سخت وعید ہے جن میں ہر قسم کا شر جمع ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکنا، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے تک پہنچانے کے لئے مقرر کیا ہوا ہے۔ ﴿وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى﴾ اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ عناد رکھا جہالت، گمراہی اور ضلالت کی وجہ سے نہیں بلکہ جان بوجھ کر عناد کی وجہ سے ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد آپ کی مخالفت کی ﴿لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا﴾ "اور وہ اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔" پس اس سے اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی۔

﴿وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾ اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو رائیگاں کر دے گا جو وہ باطل کی مدد کے لئے کر رہے ہیں، یعنی ان کو ناکامی اور خسارے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوگا اور ان کے وہ اعمال جن پر انہیں ثواب کی امیدیں ہیں، قبولیت کی شرائط کے عدم وجود کی بنا پر قبول نہ کیے جائیں گے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ﴿۳۳﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی، اور نہ باطل کرو اپنے عملوں کو ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اہل ایمان کو ایسی بات کا حکم دیتا ہے جس کے ذریعے سے انہیں دینی اور دنیاوی سعادت حاصل اور اس کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ ہے دین کے اصول وفروع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔ اور اطاعت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اوامر کی اخلاص اور کامل متابعت کے ساتھ مامور بہ طریقے سے تعمیل کرنا اور نواہی سے اجتناب کرنا۔

اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ "اور اپنے اعمال کو برباد نہ کرو۔" میں نہی عمل کو بجالانے کے بعد اس کو فاسد کرنے والے امور کے ذریعے سے اس کے باطل کرنے کو شامل ہے، مثلاً نیکی کرنے کے بعد احسان جتلانا، تکبر، فخر اور شہرت کی خواہش کرنا وغیرہ، نیز ایسے گناہوں کا ارتکاب جو نیک اعمال کو مضمحل کر کے ان کے اجر و ثواب کو ضائع کر دیتے ہیں۔ نیز یہ نہی عمل کے وقوع کے وقت، اس کو فاسد کرنے کو بھی شامل ہے، مثلاً عمل کو مکمل کیے بغیر چھوڑ دینا یا کسی ایسے امر کا ارتکاب کرنا جو اس عمل کی مفسدات میں شمار ہوتا ہے۔ پس نماز، روزہ اور حج کو باطل کرنے والے امور اسی زمرے میں آتے ہیں اور ان سے روکا گیا ہے۔ اس آیت کریمہ سے فقہاء رحمہم اللہ بغیر کسی موجب کے فرض کو منقطع کرنے کی تحریم اور نفل کو منقطع کرنے کی کراہت پر استدلال کرتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے اعمال کو باطل کرنے سے روکا ہے تو اس نے گویا اعمال کی اصلاح، اس کی تکمیل واتمام اور ان کو اس طرح بجالانے کا حکم دیا ہے جو علم وعمل کے اعتبار سے درست ہو۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يَغْفِرَ

بلاشبہ وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور روکا انہوں نے اللہ کی راہ سے پھر وہ مر گئے اس حال میں کہ وہ کافر ہی تھے تو ہرگز نہیں بخشے گا

اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ ۖ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ ۖ وَاللَّهُ

اللہ ان کو ○ سو نہ سستی کرو تم اور (نہ) بلاؤ تم صلح کی طرف جب کہ تم (ہی) بلند (غالب) ہو اور اللہ

مَعَكُمْ وَلَنْ يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾

تمہارے ساتھ ہے اور ہرگز نہیں کم کرے گا تم سے (ثواب) تمہارے عملوں کا ○

یہ آیت کریمہ اور وہ جو سورۃ البقرۃ میں وارد ہوئی ہے یعنی ﴿وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ (البقرۃ: ۲/۲۱۷) ''اور تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے اور کفر کی حالت میں مر جائے، پس ان لوگوں کے اعمال دنیا و آخرت میں اکارت جائیں گے۔'' یہ دونوں آیات ہر اس نصِ مطلق کو، جس میں کفر کی بنا پر اعمال کے اکارت جانے کا ذکر کیا گیا ہے، مقید کرتی ہیں۔ پس یہ حکم اس پر موت کے ساتھ مقید ہے۔ یہاں فرمایا: ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ بے شک وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روزِ آخرت کا انکار کیا ﴿وَصَدُّوا﴾ اور مخلوق کو روکا ﴿عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ''اللہ کی راہ سے'' انہیں راہ حق سے دور کرنے، باطل کی طرف دعوت دینے اور باطل کو مزین کرنے کے ذریعے سے ﴿ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ''پھر کافر ہی مر گئے۔'' اور انہوں نے کفر سے توبہ نہ کی ﴿فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ﴾ تو اللہ تعالیٰ انہیں کسی سفارش وغیرہ کے ذریعے سے نہ بخشے گا۔ ان کے لئے عذاب واجب ہو چکا، وہ ثواب سے محروم ہو گئے اور جہنم میں ان کا ہمیشہ رہنا لازم ہو گیا ان پر رحیم و غفار کی رحمت کے تمام دروازے بند ہو گئے۔

آیت کریمہ کا مفہوم مخالف یہ ہے کہ اگر وہ اپنی موت سے پہلے توبہ کر لیں تو بے شک اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے گا، ان پر رحم کر کے جنت میں داخل کر دے گا خواہ انہوں نے اپنی عمریں کفر، اللہ کے راستے سے لوگوں کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں کیوں نہ گزاری ہوں۔ پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیئے، اس نے کسی شخص پر، جب تک وہ زندہ ہے اور توبہ کرنے پر قادر ہے، اپنی رحمت کے دروازوں کو بند نہیں کیا...... اور پاک ہے وہ ذات جو نہایت حلم والی ہے، جو گناہ گاروں کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتی، بلکہ ان کو معاف کرتی ہے اور انہیں رزق عطا کرتی ہے، گویا انہوں نے کبھی اس کی نافرمانی کی ہی نہیں، حالانکہ وہ ہستی ان پر پوری قدرت رکھتی ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَلَا تَهِنُوا﴾ یعنی اپنے دشمن کے ساتھ قتال کرنے میں کمزوری نہ دکھاؤ اور تم پر خوف غالب نہ آئے، بلکہ صبر کرو اور ثابت قدم رہو اپنے رب کی رضا، اسلام کی خیر خواہی اور شیطان کو ناراض

کرنے کے لئے اپنے نفس کو قتال اور جانفشانی پر آمادہ کرو اور محض آرام حاصل کرنے کے لیے تم دشمن کو امن اور صلح کی دعوت نہ دو۔ ﴿ وَ ﴾ ”اور“ حالانکہ ﴿ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ ﴾ ”تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے اور وہ کمی نہیں کرے گا“ ﴿ اَعْمَالَكُمْ ﴾ ”تمہارے اعمال میں۔“

یہ تین امور ان میں سے ہر ایک صبر اور عدمِ ضعف کا تقاضا کرتا ہے۔

(۱) ان کا غالب آنا، یعنی ان کے لئے فتح و نصرت کے وافر اسباب مہیا کر دیئے گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے ساتھ سچا وعدہ کیا گیا ہے۔ انسان صرف اس وقت کمزور ہوتا ہے جب وہ مخالفین کی نسبت کمتر تعداد، ساز و سامان اور داخلی اور خارجی قوت کے اعتبار سے ان کی نسبت کمزور ہو۔

(۲) اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہے، کیونکہ وہ مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنی نصرت اور تائید کے ذریعے سے اہل ایمان کے ساتھ ہے۔ یہ چیز ان کے دلوں کو طاقت اور قوت عطا کرنے اور دشمن کے خلاف اقدام کرنے کی موجب ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ ان کے اعمال میں کچھ کمی نہیں کرے گا بلکہ انہیں پورا پورا اجر عطا کرے گا اور اپنے فضل سے ان کو اور زیادہ عطا کرے گا۔ خاص طور پر جہاد کی عبادت میں، کیونکہ جہاد میں خرچ کیے ہوئے مال کا اجر سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴾ (التوبۃ: ۹/۱۲۰۔۱۲۱) ”یہ اس سبب سے ہے کہ انہیں اللہ کے راستے میں جو بھی تکلیف پہنچتی ہے پیاس، تھکاوٹ یا بھوک کی تکلیف، یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں جس سے کفار کو غصہ آئے، یا دشمنوں سے کچھ حاصل کرتے ہیں تو اس کے بدلے ان کے لئے ایک نیک عمل لکھ لیا جاتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا اور جو تھوڑا یا بہت خرچ کرتے ہیں، یا کوئی وادی طے کرتے ہیں تو سب کچھ ان کے لئے لکھ لیا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کو ان کے اعمال کی بہترین جزا دے۔“

جب انسان کو اس حقیقت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عمل اور جہاد کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا تو یہ چیز اس کے لئے نشاط اور ان امور میں کوشش کرنے کی موجب بنتی ہے جن پر اجر و ثواب مترتب ہوتے ہیں۔ تب کیسی کیفیت ہو گی اگر یہ تینوں مذکورہ امور مجتمع ہوں؟ بلاشبہ یہ چیز نشاط کامل کی موجب ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کے لئے ترغیب اور ایسے امور کے لئے ان میں نشاط اور قوت پیدا کرنا ہے جن

میں ان کی بھلائی اور فلاح ہے۔

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ط وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ أُجُوْرَكُمْ
یقیناً حیات دنیا (تو ایک) کھیل اور تماشا ہے اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو (تو) وہ (اللہ) دے گا تمھیں اجر تمہارے
وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَيُخْرِجْ
اور وہ نہیں مانگے گا تم سے مال تمہارے ○ اگر اللہ سوال کرے تم سے اس (تمام) مال کا پھر وہ خوب اصرار کرے تم سے تو تم بخیلی کرو گے اور وہ نکال باہر کرے گا
أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هٰٓأَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ج فَمِنْكُمْ مَّنْ
کینے تمہارے ○ سنو! تم (تو) وہ لوگ ہو کہ بلائے جاتے ہو تا کہ تم خرچ کرو اللہ کی راہ میں پھر بعض تم میں سے وہ ہیں جو
يَّبْخَلُ ج وَمَنْ يَّبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ط وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَأَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ج
بخل کرتے ہیں، اور جو بخل کرتا ہے تو یقیناً وہ بخل کرتا ہے اپنے آپ سے اور اللہ بے نیاز ہے اور تم محتاج ہو
وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا أَمْثَالَكُمْ ﴿٣٨﴾ ع
اور اگر تم روگردانی کرو گے تو وہ (اللہ) بدل لائے گا (دوسرے) لوگ سوائے تمہارے پھر نہ ہوں گے وہ تم جیسے ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کو اس دنیا کی حقیقت سے آگاہ کرتے ہوئے، کہ دنیا محض لہو و لعب ہے یعنی بدن کے لئے لعب اور قلوب کے لئے لہو، اس میں زہد کی ترغیب ہے۔ پس بندہ اپنے مال و متاع، اولاد، اپنی زیب و زینت، اپنی بیویوں، ماکولات و مشروبات سے حصول لذت، اپنے مساکن و مجالس، مناظر اور ریاست میں مگن ہو کر غافل اور ہر بے فائدہ عمل میں کھیلتا رہتا ہے بلکہ وہ بے کاری، غفلت اور گناہوں کے دائرے میں گھرا رہتا ہے، یہاں تک کہ اپنی دنیا کی زندگی کو مکمل کر لیتا ہے اور اس کی اجل آ جاتی ہے۔

جب یہ تمام چیزیں منہ موڑ کر بندے سے جدا ہو جاتی ہیں اور بندے کو ان سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اس کا خسارہ اور محرومی واضح ہو جاتی ہے اور اس کا عذاب آموجود ہوتا ہے تو یہ چیز خردمند شخص کے لئے، دنیا میں زہد، عدم رغبت اور اس کے معاملے میں اہتمام کی موجب ہے۔ وہ کام جو ہر چیز سے زیادہ اہتمام کے لائق ہے، اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَإِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ "اور اگر تم ایمان لاؤ اور تقویٰ اختیار کرو۔" یعنی تم اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور روز آخرت پر ایمان لاؤ اور تقویٰ پر قائم رہو جو ایمان کے لوازم اور اس کے تقاضوں میں سے ہے اور تقویٰ سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کو ترک کرتے ہوئے، دائمی طور پر اس کی رضا کے مطابق عمل کرنا۔ تو یہ عمل بندے کو فائدہ دیتا ہے اور یہی وہ عمل ہے جو اس لائق ہے کہ اس میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر رغبت کی جائے اور اس کی طلب میں اپنے عزم و ارادے اور اپنی جدوجہد کو صرف کیا جائے اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے، ان پر رحمت اور لطف و کرم کی بنا پر مطلوب و

مقصود ہے' تاکہ انہیں بے پایاں ثواب عطا کرے۔ بنابریں فرمایا: ﴿وَ اِنْ تُؤْمِنُوْا وَ تَتَّقُوْا يُؤْتِكُمْ اُجُوْرَكُمْ وَلَا يَسْـَٔلْكُمْ اَمْوَالَكُمْ﴾ ''اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو وہ تمہیں تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی ایسی تکلیف نہیں دینا چاہتا جو تمہارے لئے مشقت اور مشکل کا باعث ہو' مثلاً وہ تم سے مال لے کر تمہیں مال کے بغیر نہیں چھوڑنا چاہتا یا تمہیں کسی ایسے نقصان سے دوچار نہیں کرنا چاہتا جس سے تمہیں ضرر پہنچے۔ اس لئے فرمایا: ﴿اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَ يُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ﴾ یعنی جب وہ تم سے اس چیز کا مطالبہ کرے جس کو خرچ کرنا تم ناپسند کرتے ہو تو وہ دلوں میں چھپے ہوئے کینے اور بدنیتی کو ظاہر کر دے گا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ تم سے تمہارے اموال طلب کرے اور تمہارے تمام مال کا سوال کر کے تمہیں تنگ کرے تو تم اس کی تعمیل نہ کرو گے اور یہ کہ ﴿تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ تمہیں اس طریقے سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی دعوت دی جاتی ہے' جس میں تمہاری دینی اور دنیاوی مصلحت ہے۔ ﴿فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ﴾ ''پس تم میں سے جو شخص بخل کرے۔'' تب تمہارا کیا حال ہو' اگر اللہ تعالیٰ تم سے' کسی ایسے معاملے میں خرچ کرنے کے لئے' تمہارے مال کا سوال کرے' جہاں خرچ کرنے میں تمہیں کوئی فوری فائدہ نظر نہ آتا ہو' تو تمہارا اس معاملے میں بخل سے باز رہنا زیادہ اولیٰ ہے۔

پھر فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ ''اور جو شخص بخل کرتا ہے وہ اپنے آپ سے بخل کرتا ہے۔'' کیونکہ اس نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ثواب سے محروم کر لیا اور اس سے خیر کثیر فوت ہو گئی۔ وہ انفاق فی سبیل اللہ کو ترک کر کے اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا بے شک اللہ تعالیٰ ﴿الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ﴾ بے نیاز ہے اور تم اپنے تمام اوقات اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو۔ ﴿وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا﴾ یعنی اگر تم ایمان باللہ اور ان امور پر عمل کرنے سے منہ موڑ لو جن کا اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے ﴿يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''تو وہ تمہاری جگہ اور لوگوں کو لے آئے گا اور وہ تمہاری طرح کے نہیں ہوں گے۔'' یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی میں تمہاری مانند نہیں ہوں گے' بلکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والے' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے محبت کرنے والے ہوں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ﴾ (المائدۃ: ۵/۵۴) ''اے ایمان لانے والو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جاتا ہے تو عنقریب اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا اور وہ اس سے محبت کریں گے۔''

تفسیر سورۃ الفتح

سُوْرَةُ الْفَتْحِ
(٤٨) مَدَنِيَّةٌ (١١١)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ٢٩
رُكُوْعَاتُهَا ٤

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ① لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا

بلاشبہ ہم نے فتح دی آپ کو فتح مبین ○ تاکہ بخش دے آپ کے لیے اللہ جو پہلے ہوا کوئی گناہ آپ کا اور جو

تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ②

پیچھے ہوا اور (تاکہ) پوری کرے اپنی نعمت آپ پر اور (تاکہ) ہدایت دے آپ کو صراط مستقیم کی ○

وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ③

اور (تاکہ) مدد کرے آپ کی اللہ مدد نہایت زبردست ○

اس فتح مذکور سے مراد صلح حدیبیہ ہے۔ یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ کو روکا جبکہ آپ عمرہ کرنے کے لئے مکہ مکرمہ آئے۔ یہ ایک طویل قصہ ہے، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے ساتھ دس سال تک جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کر لیا، اس شرط پر کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے۔ جو کوئی قریش کے معاہدے میں داخل ہو کر حلیف بننا چاہے ایسا کر سکتا ہے اور جو کوئی رسول اللہ ﷺ کے عہد میں داخل ہو کر آپ کا حلیف بننا چاہے وہ ایسا کر سکتا ہے۔

اس کا سبب یہ تھا کہ جب لوگ ایک دوسرے سے مامون ہوں گے تو دعوتِ دین کا دائرہ وسیع ہوگا، سرزمین کے طول و عرض میں مومن جہاں کہیں بھی ہوگا، وہ دین کی دعوت دے سکے گا جو شخص حقیقت اسلام سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے لئے واقفیت حاصل کرنا ممکن ہو جائے گا۔ اس مدت کے دوران لوگ فوج در فوج اللہ تعالیٰ کے دین میں داخل ہوئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صلح کو "فتح" کے نام سے موسوم کر کے اس کو "فتح مبین" کی صفت سے موصوف کیا، یعنی واضح فتح۔ کیونکہ مشرکین کے شہروں کو فتح کرنے کا مقصد اللہ تعالیٰ کے دین کا اعزاز اور مسلمانوں کی نصرت ہے اور یہ مقصد اس فتح سے حاصل ہو گیا، اس فتح پر اللہ تعالیٰ نے متعدد امور مرتب فرمائے۔

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ﴾ "تاکہ اللہ آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دے۔" و اللہ اعلم .... اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے باعث بہت سے نیکیاں حاصل ہوئیں، لوگ دین میں بہت کثرت سے داخل ہوئے، نیز اس بنا پر کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ شرائط برداشت کیں جن پر اولوالعزم رسولوں کے سوا کوئی صبر نہیں کر سکتا۔ یہ چیز رسول اللہ ﷺ کے عظیم ترین مناقب اور کرامات میں شمار ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے۔ ﴿وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ﴾ اور تاکہ آپ کے دین کو اعزاز عطا کر کے، آپ کو

آپ کے دشمنوں کے خلاف فتح ونصرت سے بہرہ مند کرکے اور آپ کے کلمہ کو وسعت بخش کر آپ پر اپنی نعمت کا اتمام کرے۔ ﴿وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا﴾ ”اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے۔“ تاکہ آپ سعادت ابدی اور فلاح سرمدی حاصل کر سکیں۔

﴿وَيَنصُرَكَ اللَّهُ نَصْرًا عَزِيزًا﴾ ”اور اللہ آپ کی زبردست مدد کرے۔“ یعنی انتہائی قوی مدد جس میں اسلام کمزور نہ ہو بلکہ اسے مکمل فتح ونصرت حاصل ہو اللہ تعالیٰ کفار کا قلع قمع کرے ان کو ذلیل اور کمزور کرکے ان میں کمی کرے، مسلمانوں کو زیادہ کرے ان کی تعداد کو بڑھائے اور ان کے اموال میں اضافہ کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر مترتب ہونے والی اس فتح کے آثار کا ذکر فرمایا:

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ

وہ، وہ ذات ہے جس نے نازل کی تسکین دلوں میں مومنوں کے تاکہ زیادہ ہوں وہ ایمان میں ساتھ اپنے ایمان کے

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿٤﴾ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ

اور اللہ ہی کیلئے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے اور ہے اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ○ (یہ سب اس لئے کیا) تاکہ وہ داخل کرے مومن مردوں

وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ

اور مومن عورتوں کو باغات میں کہ چلتی ہیں ان کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے وہ ان میں، اور (تاکہ) دور کرے ان سے

سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٥﴾ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ

ان کی برائیاں، اور ہے یہ اللہ کے ہاں کامیابی بہت بڑی ○ اور (تاکہ) وہ عذاب دے منافق مردوں

وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ

اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو وہ جو گمان کرنے والے ہیں ساتھ اللہ کے گمان برا، انہیں پر ہے

دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ

گردش بری اور غصے ہوا اللہ ان پر اور اس نے لعنت کی انہیں اور تیار کی ان کے لیے

جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿٦﴾

جہنم، اور بری جگہ ہے وہ لوٹنے کی ○

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو اس احسان سے آگاہ فرمایا ہے کہ اس نے ان کے دلوں میں سکینت نازل کی۔ سکینت سے مراد وہ سکون، اطمینان اور ثبات ہے جو مضطرب کر دینے والے مصائب ومحن اور ایسے مشکل امور کے وقت بندۂ مومن کو حاصل ہوتا ہے، جو دلوں کو تشویش میں مبتلا کرتے ہیں، عقل کو سوچنے سمجھنے کی قوت سے عاری اور نفس کو کمزور کر دیتے ہیں۔ پس اس صورت حال میں یہ اللہ کی طرف سے اپنے بندے کے لئے نعمت ہے کہ وہ اس کو

ثابت قدم رکھتا ہے' اس کے قلب کو مضبوط کرتا ہے تاکہ وہ ان مصائب کا سامنا کر سکے اور اس حال میں بھی وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو قائم کرنے کے لئے مستعد رہے' اس سے اس کے ایمان میں اضافہ اور اس کے ایقان کی تکمیل ہو۔

جب رسول اللہ ﷺ اور مشرکوں کے مابین' صلح کی یہ شرائط طے ہوئیں' جو صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے لئے بظاہر ذلت آمیز اور ان کے مرتبے سے فروتر تھیں' تو ان شرائط پر ان کے نفوس صبر کرنے کی قوت نہیں پا رہے تھے۔ جب انہوں نے ان شرائط کو صبر کے ساتھ قبول کر لیا اور اپنے نفوس کو ان کی قبولیت پر آمادہ کر لیا تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ فرمایا: ﴿وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ یعنی زمین و آسمان کے تمام لشکر اس کی ملکیت اور اس کے دست تدبیر اور قہر کے تحت ہیں' اس لئے مشرکین یہ نہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین اور نبی کی مدد نہیں کرے گا' مگر اللہ تعالیٰ علم اور حکمت والا ہے' بنابریں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے کہ لوگوں کے درمیان گردشِ ایام ہوتی رہے اور اہل ایمان کیلئے فتح و نصرت کسی دوسرے موقع تک مؤخر رہے۔ ﴿لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ﴾ ''تاکہ وہ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو بہشتوں میں' جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں' داخل کرے' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور تاکہ ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دے۔'' یہ سب سے بڑی چیز ہے جو اہل ایمان کو حاصل ہوتی ہے یعنی دخول جنت کے ذریعے سے انہیں اپنا مطلوب و مقصود حاصل ہوتا ہے اور گناہوں کو مٹا دینے کے ذریعے سے وہ چیز زائل ہوتی ہے جس کا انہیں خوف تھا۔ ﴿وَكَانَ ذٰلِكَ﴾ یہ مذکورہ جزا جو مومنوں کو عطا ہوگی ﴿عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اللہ کے ہاں بڑی کامیابی ہے۔'' یہ ہے وہ فعل جو اللہ تعالیٰ اس فتح مبین میں اہل ایمان کے بارے میں سر انجام دے گا۔

رہے منافق مرد اور منافق عورتیں' مشرک مرد اور مشرک عورتیں' تو اللہ تعالیٰ ان کو اس فتح مبین کے ذریعے سے عذاب دے گا' انہیں ایسے ایسے امور دکھائے گا جو ان کے لئے نہایت تکلیف دہ ہوں گے' چونکہ مشرکین کا مقصد یہ تھا کہ مومنین بے یار و مددگار رہ جائیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ برا گمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے دین کی مدد کرے گا نہ اپنے کلمہ کو بلند کرے گا اور اہل باطل کو اہل حق پر غلبہ عطا کرے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کے گمان کو الٹ دیا اور دنیا ہی میں ان پر برا وقت آ گیا۔ ﴿وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ اور ان کے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ عداوت رکھنے کے سبب سے اللہ تعالیٰ ان پر سخت ناراض ہے ﴿وَلَعَنَهُمْ﴾ ''اور ان پر لعنت کی'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے ﴿وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور ان کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے جو بدترین ٹھکانا ہے۔''

وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۷﴾

اور اللہ ہی کے لیے ہیں لشکر آسمانوں اور زمین کے' اور ہے اللہ نہایت زبردست' خوب حکمت والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے بتکرار آگاہ فرمایا ہے کہ آسمان اور زمین اور ان کے اندر موجود لشکر اسی کی ملکیت ہیں، تاکہ بندے اس حقیقت کو جان لیں کہ وہی عزت عطا کرنے والا اور وہی ذلت سے دوچار کرنے والا ہے۔ وہ عنقریب اپنے ان لشکروں کو فتح ونصرت سے ہم کنار کرے گا جو اس کی طرف منسوب ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ﴾ (الصّٰفّٰت: ۱۷۳/۳۷) ''اور بلاشبہ ہمارا لشکر ہی غالب آکر رہے گا۔'' ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا﴾ اور اللہ تعالیٰ طاقت ور، زبردست اور ہر چیز پر غلبہ رکھتا ہے۔ وہ اپنی قوت اور غلبہ کے باوجود، اپنی تخلیق و تدبیر میں حکمت والا ہے، وہ اپنی حکمت اور مہارت کے مطابق فعل سرانجام دیتا ہے۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ⑧ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

بلاشبہ ہم نے بھیجا آپکو گواہی دینے والا، اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا (بنا کر) ○ تاکہ ایمان لاؤ تم ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے،

وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑨

اور (تاکہ) مدد کرو تم اس کی اور توقیر کرو اس کی اور (تاکہ) پاکی بیان کرو تم اس کی صبح اور شام ○

﴿اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ﴾ اے رسول کریم! (ﷺ) ہم نے آپ کو بھیجا ﴿شَاهِدًا﴾ گواہ بنا کر'' یعنی آپ کی امت جو نیکی یا بدی کرتی ہے، ہم نے آپ کو اس پر گواہ بنا کر بھیجا نیز تمام حق اور باطل مقالات اور مسائل پر، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور ہر لحاظ سے اس کے اپنے کمال میں منفرد ہونے پر آپ کو گواہ بنا کر مبعوث کیا۔ ﴿وَّمُبَشِّرًا﴾ جس کسی نے آپ کی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی، اس کے لئے دنیاوی، دینی اور اخروی ثواب کی خوشخبری سنانے والا بنا کر بھیجا اور جس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کو دنیاوی اور اخروی عذاب سے ڈرانے والا بنا کر مبعوث کیا۔ تبشیر اور انذار یہ ہے کہ ان اعمال واخلاق کو بیان کیا جائے جن پر خوشخبری دی جاتی ہے اور جن کے انجام سے ڈرایا جاتا ہے، چنانچہ آپ خیر وشر، سعادت وشقاوت اور حق وباطل کو کھول کھول کر بیان کر دینے والے ہیں۔

اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا یہ ارشاد مرتب فرمایا: ﴿لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ رسول اللہ ﷺ کے تمہیں دعوت اور ان امور کی تعلیم دینے کے سبب سے ہم نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا جن میں تمہارا فائدہ ہے، تاکہ تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ جو تمام امور میں ان دونوں کی اطاعت کو مستلزم ہے۔ ﴿وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ﴾ تم رسول اللہ ﷺ کا ادب کرو، آپ کی توقیر و تعظیم کرو، آپ کو مرتبے میں بڑا تسلیم کرو اور آپ کے حقوق کو ادا کرو جیسا کہ تمہاری گردنوں پر آپ ﷺ کا بڑا احسان ہے۔ ﴿وَتُسَبِّحُوْهُ﴾ اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرو ﴿بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا﴾ صبح وشام۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے وہ حق بیان کیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے درمیان مشترک ہے، یعنی ان دونوں پر ایمان۔ ایک حق وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ سے مختص ہے اور وہ ہے آپ کی تعظیم وتوقیر اور ایک حق وہ ہے جو صرف اللہ تعالیٰ سے مختص ہے اور وہ ہے نماز وغیرہ کے

ذریعے سے اس کی تسبیح وتقدیس۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ ۚ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن
بلاشبہ وہ لوگ جو بیعت کرتے ہیں آپ سے یقیناً وہ بیعت کرتے ہیں اللہ سے اللہ کا ہاتھ ہے اوپر انکے ہاتھوں کے پھر جس نے
نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ
عہد شکنی کی تو یقیناً وہ عہد شکنی کرے گا اپنی ہی ذات کے خلاف اور جس نے پورا کیا اس کو کہ عہد کیا تھا اس نے اس پر اللہ سے
فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾
تو عنقریب وہ دے گا اس کو اجر بہت بڑا O

یہ بیعت، جس کی طرف اللہ تبارک وتعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے ”بیعت رضوان“ ہے، اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر فرار نہیں ہوں گے۔ یہ ایک خاص معاہدہ ہے جس کے لوازم میں سے ہے کہ وہ آپ کو چھوڑ کر فرار نہ ہوں، خواہ بہت ہی تھوڑے لوگ کیوں نہ باقی رہ جائیں اور خواہ ایسی صورت حال میں ہوں جہاں فرار ہونا جائز ہوتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا ہے کہ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، حقیقت امر یہ ہے کہ وہ ﴿يُبَايِعُونَ اللَّهَ﴾ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاہدہ کر رہے ہیں، حتیٰ کہ یہ اس کی شدت تاکید ہے کہ فرمایا: ﴿يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ﴾ ”اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔“ گویا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بیعت کی ہے اور اس بیعت میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ مصافحہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ زیادہ تاکید، تقویت اور ان کو اس بیعت کے پورا کرنے پر آمادہ کرنے کے لئے فرمایا، بنابریں فرمایا: ﴿فَمَن نَّكَثَ﴾ ”پس جو بیعت کو توڑے“ یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو معاہدہ کیا تھا اسے پورا نہ کرے ﴿فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ﴾ ”تو بے شک عہد توڑنے کا نقصان اسی کو ہے۔“ کیونکہ اس کا وبال اسی کی طرف لوٹے گا اور اس کی سزا اسی کو ملے گی۔ ﴿وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ﴾ ”اور جو اس بات کو، جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے، پورا کرے۔“ یعنی اس معاہدے پر کامل طور پر عمل کرے ﴿فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا﴾ ”تو وہ اسے عنقریب اجر عظیم دے گا۔“ اس اجر کی عظمت اور قدر کو صرف وہی جان سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ یہ اجر عطا کرے گا۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَا أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا
ضرور کہیں گے آپ سے وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے دیہاتیوں میں سے ”مشغول کر دیا تھا ہمیں ہمارے مالوں اور ہمارے اہل (وعیال) نے؛
فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن
پس آپ مغفرت طلب کریں ہمارے لیے وہ کہتے ہیں اپنی زبانوں سے وہ (بات) کہ نہیں ہے وہ انکے دلوں میں کہہ دیجیے: تو کون
يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ
اختیار رکھتا ہے تمہارے لیے اللہ سے کسی چیز کا اگر وہ ارادہ کرے تمہارے ساتھ نقصان کا یا ارادہ کرے تمہارے ساتھ نفع کا؟ (کوئی بھی نہیں) بلکہ

كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ⑪ بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ

ہے اللہ ساتھ اس کے جو تم عمل کرتے ہو خوب خبردار ○ بلکہ تم نے گمان کیا تھا یہ کہ ہرگز نہیں واپس لوٹیں گے رسول

وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا وَّ زُيِّنَ ذٰلِكَ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَظَنَنْتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ ۚ

اور مومن اپنے اہل و عیال کی طرف کبھی بھی' اور مزین کردی گئی تھی یہ بات تمہارے دلوں میں' اور گمان کرلیا تھا تم نے گمان برا

وَكُنْتُمْ قَوْمًا بُوْرًا ⑫ وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ

اور تھے تم لوگ ہلاک ہونے والے ○ اور جو شخص نہیں ایمان لایا ساتھ اللہ اور اس کے رسول کے

فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ⑬

تو بلاشبہ ہم نے تیار کی ہے (ایسے) کافروں کے لیے خوب بھڑکتی آگ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ضعیف الایمان بدویوں کی مذمت بیان کی ہے جو جہاد فی سبیل اللہ میں رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھ رہے' ان کے دلوں میں مرض اور اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدگمانی تھی۔ نیز وہ یہ بھی سمجھتے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس معذرت کرلیں گے کہ ان کے مال اور اہل و عیال کی مصروفیات نے ان کو اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلنے سے روکے رکھا اور وہ رسول اللہ ﷺ سے درخواست کرلیں گے کہ آپ ان کے لئے استغفار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ ”یہ اپنی زبانوں سے وہ بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں۔“ رسول اللہ ﷺ سے استغفار کی درخواست کرنا' ان کی ندامت اور اپنے گناہ کے اقرار پر دلالت کرتا ہے نیز اس امر کے اعتراف پر دلالت کرتا ہے کہ وہ جہاد سے پیچھے رہ گئے تھے' جس کے لئے توبہ و استغفار کی ضرورت ہے۔

پس اگر ان کے دلوں میں یہی بات ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کا استغفار ان کے لئے فائدہ مند ہوتا کیونکہ انہوں نے توبہ کرکے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ہے مگر ان کے دلوں میں تو یہ مرض ہے کہ وہ جہاد چھوڑ کر اس لیے گھر بیٹھ رہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں برا گمان رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں ﴿اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ ”کہ رسول اور مومن اپنے اہل و عیال میں کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے۔“ یعنی ان کو قتل کرکے نیست و نابود کردیا جائے گا اور یہ برا گمان ان کے دلوں میں پرورش پاتا رہا' وہ اس پر مطمئن رہے حتیٰ کہ ان کے دلوں میں یہ بدگمانی مستحکم ہوگئی' اور اس کا سبب دو امور ہیں:

(۱) وہ ﴿قَوْمًا بُوْرًا﴾ ہلاک ہونے والے لوگ ہیں' ان میں کوئی بھلائی نہیں' اگر ان میں کسی قسم کی بھلائی ہوتی تو ان کے دلوں میں یہ بدگمانی نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے وعدۂ دین کے لئے اس کی نصرت اور کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے بارے میں ان کا ایمان اور یقین کمزور ہے۔

(۲) دوسرا سبب اللہ تعالیٰ کے وعدے' اس کے اپنے دین کی مدد کرنے اور اپنے کلمے کو بلند کرنے پر ان کے ایمان اور یقین کا کمزور ہونا ہے' اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے'' یعنی وہ کافر اور عذاب کا مستحق ہے ﴿فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا﴾ تو ہم نے کفار کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور اللہ ہی کے لیے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی' وہ بخشتا ہے واسطے جس کے چاہتا ہے اور عذاب دیتا ہے جسے چاہتا ہے'

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۴﴾

اور ہے اللہ نہایت بخشنے والا بڑا مہربان ○

یعنی اللہ تعالیٰ اکیلا ہی آسمانوں اور زمین کے اقتدار کا مالک ہے وہ جیسے چاہتا ہے' آسمانوں اور زمین میں اپنے احکام قدری' احکام شرعی اور احکام جزائی نافذ کرتا ہے' اس لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم جزائی کا ذکر فرمایا جو احکام شرعی پر مترتب ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''وہ جسے چاہے بخش دے'' اور یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ کے حکم کی اطاعت کی۔ ﴿وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور وہ جسے چاہے عذاب دے'' اور یہ وہ شخص ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ہیچ جانا۔ ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ معاف کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' اس کا وصف لازم ہے جس کی بنا پر مغفرت اور رحمت کبھی اس سے جدا نہیں ہوتے۔ وہ ہر وقت گناہ گاروں کے گناہ بخشتا ہے' خطا کاروں کی خطاؤں سے درگزر کرتا ہے اور توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اس کی بے پایاں بھلائی رات دن نازل ہوتی رہتی ہے۔

سَيَقُوْلُ الْمُخَلَّفُوْنَ اِذَا انْطَلَقْتُمْ اِلٰى مَغَانِمَ لِتَاْخُذُوْهَا ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ ۚ

عنقریب کہیں گے وہ لوگ جو پیچھے چھوڑ دیے گئے تھے' جب چلو گے تم غنیموں کیطرف تاکہ لو تم وہ' چھوڑو ہمیں ہم بھی چلیں تمہارے ساتھ'

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ ۚ

وہ ارادہ کرتے ہیں یہ کہ بدل دیں کلام اللہ کا' کہہ دیجیے: ہرگز نہیں چلو گے تم ہمارے ساتھ' اسی طرح کہہ دیا ہے اللہ نے پہلے ہی سے

فَسَيَقُوْلُوْنَ بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا ؕ بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۵﴾

پھر یقیناً وہ کہیں گے' بلکہ حسد کرتے ہو تم ہم سے' (نہیں) بلکہ ہیں وہ لوگ نہیں سمجھتے مگر تھوڑا ہی ○

جب اللہ تعالیٰ نے جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنے والوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی مذمت کی' تو یہ بھی ذکر فرمایا کہ ان کی دنیاوی سزا یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام ایسی غنیمتیں حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھیں گے' جس میں جنگ نہیں ہوگی' تو یہ لوگ ان سے صحبت اور مشارکت کی درخواست کریں گے۔ وہ

کہیں گے: ﴿ذَرُوْنَا نَتَّبِعْكُمْ يُرِيْدُوْنَ﴾ ’’ہمیں بھی اجازت دیں کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں، وہ چاہتے ہیں‘‘ اس سے ﴿اَنْ يُّبَدِّلُوْا كَلٰمَ اللّٰهِ﴾ ’’کہ وہ اللہ کے کلام کو بدل دیں۔‘‘ کیونکہ اس نے ان کو سزا دینے کا فیصلہ کیا ہے اور ان غنائم کو شرعاً اور قدراً صحابۂ کرام یعنی اہل ایمان سے مختص کیا ہے۔ ﴿قُلْ﴾ ان سے کہہ دیجیے ﴿لَّنْ تَتَّبِعُوْنَا كَذٰلِكُمْ قَالَ اللّٰهُ مِنْ قَبْلُ﴾ ’’تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے‘ اسی طرح اللہ نے پہلے فرما دیا ہے۔‘‘ تمہیں اس جرم کی پاداش میں جس کا ارتکاب تم نے اپنے آپ پر کیا، غنائم سے محروم کیا جاتا ہے، نیز اس جرم کی پاداش میں کہ تم نے پہلی مرتبہ جہاد کو ترک کیا۔

﴿فَسَيَقُوْلُوْنَ﴾ تو وہ اس بات کا جواب دیتے ہوئے، جس کی بنا پر انہیں جنگ کے لئے نکلنے سے منع کیا گیا ہے، کہیں گے: ﴿بَلْ تَحْسُدُوْنَنَا﴾ یعنی تم مال غنیمت کے بارے میں ہمارے ساتھ حسد کرتے ہو۔ اس مقام پر یہ ان کا منتہائے علم ہے، اگر انہوں نے رشد و فہم سے کام لیا ہوتا تو انہیں معلوم ہوتا کہ ان کی محرومی کا سبب ان کی نافرمانی ہے، گناہوں کی کچھ دنیاوی اور کچھ دینی سزا ہوتی ہے اسی لیے فرمایا: ﴿بَلْ كَانُوْا لَا يَفْقَهُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ’’بلکہ یہ بہت کم سمجھتے ہیں۔‘‘

قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ

کہہ دیجیے پیچھے چھوڑے گئے دیہاتیوں سے، عنقریب تم بلائے جاؤ گے ایک قوم کی طرف جو لڑنے والی ہے سخت،

تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ ۚ فَاِنْ تُطِيْعُوْا يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا ۚ

تم لڑو گے ان سے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، پھر اگر تم اطاعت کرو گے تو دے گا تمہیں اللہ اجر نیک

وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑯

اور اگر تم روگردانی کرو گے جیسا کہ روگردانی کی تم نے پہلے (اس) سے تو وہ عذاب دے گا تمہیں عذاب نہایت دردناک ○

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ ۗ

نہیں (پیچھے رہنے میں) اندھے پر کوئی حرج (گناہ) اور نہ لنگڑے پر کوئی حرج اور نہ مریض پر کوئی حرج

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور جو کوئی اطاعت کرے اللہ اور اس کے رسول کی تو داخل کرے گا اللہ اس کو باغات میں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں،

وَمَنْ يَّتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ⑰ ع

اور جو کوئی روگردانی کرے گا تو وہ (اللہ) عذاب دے گا اسے عذاب نہایت دردناک ○

النصف ع ۲

اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے کہ اعراب (عرب دیہاتیوں) میں سے پیچھے بیٹھ رہنے والے، جہاد سے جی چراتے ہیں اور کسی عذر کے بغیر معذرت پیش کرتے ہیں اور وہ صرف ان کے ساتھ جہاد پر نکلنے کی درخواست

کرتے ہیں، جب کہ جنگ اور قتال نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا امتحان لیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ لِّلْمُخَلَّفِيْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ اُولِىْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ﴾ یعنی عنقریب رسول اللہ ﷺ، آپ کے قائم مقام خلفائے راشدین اور دیگر ائمہ تمہیں جہاد کی طرف بلائیں گے اور وہ لوگ جن سے جہاد کے لئے تمہیں دعوت دی جائے گی، وہ اہل فارس، اہل روم اور ان جیسی بعض دیگر قومیں ہوں گی۔ ﴿تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ يُسْلِمُوْنَ﴾ یعنی تم ان کے خلاف جنگ کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے۔

فی الواقع معاملہ یہی ہے کہ جب مسلمانوں کی ان قوموں کے ساتھ جنگ ہوئی، جنگ کے حالات میں جب تک ان میں شدت اور قوت رہی تو اس صورت میں انہوں نے جزیہ دینا قبول نہیں کیا، بلکہ یا تو انہوں نے اسلام قبول کر لیا یا وہ اپنے مذہب پر رہتے ہوئے جنگ کرتے رہے، جب مسلمانوں نے جنگ میں ان کو بے بس کر دیا اور وہ کمزور ہو کر مطیع ہو گئے اور ان کی قوت جاتی رہی تو ان کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ یا تو مسلمان ہو گئے یا جزیہ ادا کرنے لگے ﴿فَاِنْ تُطِيْعُوْا﴾ یعنی اگر ان لوگوں کے خلاف جہاد کی دعوت دینے والے کی اطاعت کرو۔ ﴿يُؤْتِكُمُ اللّٰهُ اَجْرًا حَسَنًا﴾ ”تو اللہ تمہیں اچھا اجر دے گا۔“ یہ وہ اجر و ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے اللہ کے راستے میں جہاد پر مرتب فرمایا ہے۔ ﴿وَاِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِّنْ قَبْلُ﴾ ”اور اگر تم منہ پھیر لو جیسے پہلی مرتبہ پھیرا تھا۔“ یعنی ان لوگوں سے جہاد کرنے سے منہ موڑ لو جن کے خلاف جہاد کرنے کی رسول اللہ ﷺ نے تمہیں دعوت دی ہے۔ ﴿يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ”تو وہ تمہیں دردناک عذاب دے گا۔“ اس آیت کریمہ میں خلفائے راشدین کی، جو طاقت ور قوموں کے خلاف جہاد کرنے کی دعوت دیتے رہے، فضیلت بیان ہوئی ہے نیز یہ کہ جہاد میں ان کی اطاعت واجب ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان عذروں کا ذکر فرمایا جن کی بنا پر بندہ جہاد میں نکلنے سے معذور ہوتا ہے۔ لہٰذا فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ﴾ ”نہ تو اندھے پر گناہ ہے نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ مریض پر گناہ ہے۔“ یعنی اپنے عذر کی بنا پر، جو جہاد پر نکلنے سے مانع ہے، جہاد سے پیچھے رہ جائیں، تو ان پر کوئی حرج نہیں۔ ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔“ یعنی ان کے اوامر کی تعمیل کرنے اور ان کے نواہی سے اجتناب کرنے میں۔ ﴿يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ ”اللہ اس کو بہشتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔“ ان جنتوں میں ہر وہ چیز ہو گی، نفس جس کی خواہش کریں گے اور آنکھوں کو جن سے لذت حاصل ہو گی۔

﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّ﴾ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے منہ موڑ لے ﴿يُعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب دے گا۔ سعادت تمام تر اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں اور شقاوت اس کی نافرمانی اور مخالفت میں ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا

البتہ تحقیق راضی ہو گیا اللہ مومنوں سے جب وہ بیعت کر رہے تھے آپ سے نیچے اس درخت کے پس اس نے جان لیا جو (خلوص)

فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۱۸﴾ وَّمَغَانِمَ

ان کے دلوں میں تھا سو نازل کی اس نے سکینت ان پر اور بدلے میں دی انہیں فتح جلد ہی ○ اور (بھی) غنیمتیں

كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۹﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً

بہت کہ وہ حاصل کریں گے ان کو اور ہے اللہ بڑا زبردست خوب حکمت والا ○ اور وعدہ کیا تم سے اللہ نے بہت سی غنیمتوں کا

تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ

کہ تم حاصل کرو گے ان کو پس اس نے جلد ہی دے دی تمہیں یہ اور اس نے روک دیے ہاتھ لوگوں کے تم سے اور تاکہ ہو یہ

اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۲۰﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا

نشانی مومنوں کے لیے اور تاکہ وہ ہدایت دے تمہیں صراط مستقیم کی ○ اور (غنیمتیں) دوسری کہ نہیں قادر ہوئے تم (ابھی) ان پر

قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۱﴾

تحقیق گھیر لیا ہوا ہے اللہ نے ان کو اور ہے اللہ ہر چیز پر خوب قادر ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم، اپنی رحمت اور اہل ایمان پر اپنی رضا کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر ایسی بیعت کر رہے تھے جس نے ان کو سرخرو کر دیا اور وہ اس بیعت کے ذریعے سے دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے۔ یہ بیعت جسے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وجہ سے ”بیعت رضوان“ کہا جاتا ہے اور اسے ”بیعت اہل شجرہ“ بھی کہتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ حدیبیہ کے روز، جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کے سلسلے میں آپ اور مشرکین مکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی، کہ آپ کسی کے ساتھ جنگ لڑنے نہیں آئے، بلکہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں مکہ مکرمہ بھیجا۔ آپ کے پاس ایک غیر مصدقہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے قتل کر دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے مومنین کو جمع کیا، جو تقریباً پندرہ سو افراد تھے، انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ کے ہاتھ پر مشرکین کے خلاف قتال کی بیعت کی کہ وہ مرتے دم تک فرار نہیں ہوں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ مومنوں سے راضی ہو گیا، درآں حالیکہ یہ بیعت سب سے بڑی نیکی اور جلیل ترین ذریعۂ تقرب ہے۔ **﴿فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾** ان کے دلوں میں جو ایمان ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے **﴿فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ﴾** تو ان کے دلوں میں جو کچھ ہے، اس کی قدردانی کے لئے ان پر سکینت نازل فرمائی

اور ان کی ہدایت میں اضافہ کیا۔ ان شرائط کی وجہ سے' جو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر صلح کے لئے عائد کی تھیں' مومنوں کے دلوں میں سخت غم اور بے چینی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سکینت نازل فرمائی جس نے ان کو ثبات اور اطمینان عطا کیا۔ ﴿ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ﴾ ''اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔'' اس سے مراد فتح خیبر ہے جس میں اہل حدیبیہ کے سوا اور کوئی شریک نہیں ہوا' چنانچہ ان کے لئے جزا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کی تعمیل کی قدر و منزلت کے طور پر ان کو فتح خیبر اور اس کے اموال غنیمت سے مختص کیا گیا۔

﴿ وَّمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴾ ''اور بہت سے اموال غنیمت بھی وہ حاصل کریں گے' اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔'' یعنی طاقت اور قدرت کا وہی مالک ہے' جس کی بنا پر وہ تمام اشیاء پر غالب ہے' اگر وہ چاہے تو ہر اس معرکے میں' جو کفار اور مسلمانوں کے درمیان برپا ہوتا ہے' کفار سے انتقام لے سکتا ہے' مگر وہ حکمت والا ہے وہ ان کو ایک دوسرے کے ذریعے سے آزماتا ہے اور مومن کا کافر کے ذریعے سے امتحان لیتا ہے۔

﴿ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيرَةً تَاْخُذُوْنَهَا ﴾ ''اللہ نے تم سے اور بھی بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کیا ہے کہ جنہیں تم حاصل کرو گے۔'' یہ ان تمام غنائم کو شامل ہے جو قیامت کے روز تک مسلمانوں کو حاصل ہوں گی ﴿ فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ ﴾ ''اس نے اس غنیمت کی تمہارے لیے جلدی فرمائی' یعنی غزوۂ خیبر کا مال غنیمت' پس تم صرف اسے ہی غنیمت نہ سمجھو بلکہ اس کے علاوہ اور بھی اموال غنیمت ہوں گے جو اس کے بعد تمہیں حاصل ہوں گے۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرو جب ﴿ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ ﴾ ''اس نے ان لوگوں کے ہاتھ روک دیے جو تمہارے ساتھ جنگ کرنے کی قدرت اور اس کی خواہش رکھتے تھے ﴿ عَنْكُمْ ﴾ ''تم سے'' یہ ایک نعمت اور تمہارے لئے تخفیف ہے ﴿ وَلِتَكُوْنَ ﴾ یعنی یہ مال غنیمت ﴿ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴾ ''اہل ایمان کے لئے نشانی ہے'' جس کے ذریعے سے وہ اللہ تعالیٰ کی سچی بھلائی' اس کے وعدۂ حق اور اہل ایمان کے لئے ثواب پر استدلال کرتے ہیں' جس نے اس غنیمت کو مقدر کیا ہے وہ اور بھی اموال غنیمت مقدر کرے گا۔ ﴿ وَيَهْدِيَكُمْ ﴾ اور ان اسباب کے ذریعے سے تمہاری راہ نمائی کرے گا جو اس نے تمہارے لئے مقدر کیے ہیں ﴿ صِرَاطًا مُّسْتَقِيمًا ﴾ علم' ایمان اور عمل کے سیدھے راستوں میں سے۔

﴿ وَّاُخْرٰى ﴾ اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے غنائم کا بھی تمہارے ساتھ وعدہ کیا ہے ﴿ لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا ﴾ ''جس پر تم ابھی قادر نہیں ہوئے'' یعنی اس خطاب کے وقت۔ ﴿ قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ﴾ ''بے شک اللہ ہی نے ان کو گھیر رکھا ہے۔'' اللہ تعالیٰ ان غنائم پر قادر ہے' وہ اس کے دستِ تدبیر کے تحت اور اس کی ملکیت میں ہیں' اس نے تمہارے ساتھ غنائم کا وعدہ کیا ہے پس اس وعدے کا پورا ہونا لازمی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل اقتدار کا مالک ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ﴾ ''اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿٢٢﴾

اور اگر لڑتے تم سے وہ لوگ جنھوں نے کفر کیا تو یقیناً وہ پھیر جاتے (اپنی) پیٹھیں، پھر نہ پاتے وہ کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار ○

سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ

(مانند) طریقے اللہ کے وہ جو تحقیق گزر چکا ہے (اس سے) پہلے اور ہرگز نہیں پائیں گے آپ

لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿٢٣﴾

طریقۂ الٰہی میں کوئی تبدیلی ○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے مومن بندوں کے لئے خوش خبری ہے کہ وہ ان کو ان کے دشمن کفار کے خلاف فتح و نصرت عطا کرے گا، اگر ان کفار نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کے ساتھ جنگ کی ﴿لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا﴾ ''تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر وہ کوئی دوست نہ پائیں گے۔'' جو ان کی سرپرستی کرے ﴿وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور نہ مددگار'' جو ان کی مدد کرے اور تمہارے خلاف لڑائی میں ان کی اعانت کرے، بلکہ وہ اپنے حال پر تنہا اور مغلوب چھوڑ دیئے جائیں گے۔ گزشتہ قوموں میں بھی اللہ تعالیٰ کی یہی سنت رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لشکر غالب آتے ہیں ﴿وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا﴾ ''اور آپ سنتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی نہیں پائیں گے۔''

وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ

اور وہ، وہ ذات ہے جس نے روکے ان کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے بطن مکہ میں، اس کے

بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿٢٤﴾ هُمُ الَّذِيْنَ

بعد کہ کامیابی دے دی تھی اس نے تمہیں ان پر اور ہے اللہ ساتھ اسکے جو تم عمل کرتے ہو خوب دیکھنے والا ○ وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے

كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ؕ

کفر کیا اور روکا انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے اور قربانی کے جانوروں کو اس حال میں کہ (جانور) روکے گئے اس سے کہ پہنچیں وہ اپنی قربان گاہ میں

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَئُوْهُمْ

اور اگر نہ ہوتے (کچھ) مرد ایماندار اور (کچھ) عورتیں ایماندار (مکہ میں) کہ نہیں جانتے تم انکو (اگر نہ ہوتا خطرہ) یہ کہ تم روند (کچل) ڈالو گے انہیں،

فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۚ

پس پہنچے تمہیں بوجہ ان (کے قتل) کے تکلیف بغیر علم کے (تو ضرور اجازت دے دی جاتی تمہیں لیکن ایسا نہیں کیا گیا) تاکہ داخل کرے اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے

لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿٢٥﴾

اگر جدا (الگ تھلگ) ہوتے وہ (مومن تو) ضرور عذاب دیتے ہم ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان میں سے عذاب نہایت دردناک ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے اس احسان کا ذکر کرتے ہوئے کہ اس نے ان کو کفار کے شر اور ان کے قتال سے عافیت

میں رکھا' فرماتا ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو روکا۔'' یعنی اہل مکہ کے ﴿ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ﴾ ''تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے ان پر تمہیں فتح دینے کے بعد۔'' یعنی اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو گئی اور وہ کسی عہد اور معاہدے کے بغیر تمہاری ولایت اور سرپرستی میں آ گئے اور وہ تقریباً اسی (۸۰) آدمی تھے' جو مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تاکہ بے خبری میں ان کو آ لیں مگر انہوں نے مسلمانوں کو باخبر اور چاق چوبند پایا' مسلمانوں نے ان کو گرفتار کر کے چھوڑ دیا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مومنوں پر رحمت تھی کہ انہوں نے ان کو قتل نہ کیا۔ ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴾ ''اور اللہ ہر چیز کو' جو تم عمل کرتے ہو' دیکھتا ہے۔'' پس وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کی جزا دے گا۔ اے مومنو! اللہ تعالیٰ اپنی بہترین تدبیر کے ذریعے سے تمہاری راہنمائی کرتا ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان امور کا ذکر فرمایا ہے جو مشرکین کے خلاف قتال کا باعث ہیں اور وہ ہیں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ان کا کفر کرنا' رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اہل ایمان ساتھیوں کو بیت اللہ کی زیارت کرنے' اس کی تعظیم کرنے اور حج و عمرہ کے لئے آنے سے روکنا۔ انہی لوگوں نے ﴿ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا ﴾ قربانی کے جانوروں کو روکا ﴿ اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ﴾ ''کہ وہ اپنی قربانی کی جگہ پہنچ جائیں۔'' اس سے مراد مکہ مکرمہ میں ذبح کی جگہ ہے' جہاں قربانیوں کو ذبح کیا جاتا ہے۔ پس انہوں نے ظلم اور تعدی کی بنا پر ان قربانیوں کو اس مقام پر پہنچنے سے روک دیا' یہ تمام امور ان کے خلاف قتال کے داعی اور موجب ہیں۔

لیکن وہاں ایک اور مانع بھی ہے اور وہ ہے مشرکین کے اندر اہل ایمان مرد اور عورتوں کا موجود ہونا' ان کی موجودگی کا محل و مقام ممیز نہ تھا جہاں ان کو نقصان پہنچ جانے کا امکان تھا۔ اگر یہ مومن مرد اور مومن عورتیں نہ ہوتیں' جن کو مسلمان نہ جانتے تھے ﴿ اَنْ تَطَئُوْهُمْ ﴾ یعنی ان کو لاعلمی میں روند ڈالنے کا خدشہ نہ ہوتا ﴿ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ﴾ ''تم کو ان کی طرف سے بے خبری میں نقصان پہنچ سکتا تھا۔'' (اَلْمَعَرَّةُ) سے مراد وہ تکلیف اور نقصان ہے' جو کفار کے ساتھ قتال کے دوران ان اہل ایمان کو بے خبری میں پہنچ سکتا تھا اور اخروی فائدہ یہ ہے کہ اللہ اپنی رحمت میں جسے چاہے داخل کر لے' اللہ تعالیٰ ان کو کفر کے بعد ایمان سے اور گمراہی کے بعد ہدایت سے نوازتا ہے' پس اس سبب سے اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے ساتھ قتال کرنے سے روکتا ہے۔ ﴿ لَوْ تَزَيَّلُوْا ﴾ اگر وہ کفار سے الگ ہو جاتے ﴿ لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴾ ''تو جو ان میں کافر تھے ہم انہیں دردناک عذاب دیتے۔'' وہ اس طرح کہ ہم تمہارے لئے ان سے جنگ کو مباح کر دیتے' تمہیں ان کے خلاف لڑنے کی اجازت دے دیتے اور تمہیں ان کے خلاف نصرت سے نوازتے۔

اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ

جب پیدا کر لی ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا' اپنے دلوں میں حمیت' حمیت جاہلیت کی تو نازل کی

اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى

اللہ نے اپنی سکینت اپنے رسول پر اور مومنوں پر اور لازم کر دی اس نے ان پر بات تقوے کی

وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۲۶﴾

اور تھے وہ زیادہ حق دار اس (تقوے کی بات) کے اور لائق اس کے، اور ہے اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ○

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ ﴾ ”جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی“ کیونکہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے معاہدے کی دستاویز سے (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) کو نکال دیا، نیز انہوں نے رسول اللہ ﷺ اور مومنین کو اس سال مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے روک دیا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ مسلمان قریش پر غالب آ کر مکہ میں داخل ہوئے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے تمام امور جاہلیت کے امور ہیں جو ان کے دلوں میں موجود تھے اور بے شمار گناہوں کے موجب بنے رہے۔

﴿ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ ”تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر اپنی سکینت نازل فرمائی۔“ اس لئے کفار کے برتاؤ کے مقابلہ میں، ان پر غضب وغصہ غالب نہ آیا، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر انہوں نے صبر کیا اور ان شرائط کا التزام کیا، جن میں اللہ تعالیٰ کی حرمات کی تعظیم تھی، خواہ وہ کچھ بھی تھیں اور انہوں نے باتیں بنانے والوں کی کوئی پروا کی نہ ملامت کرنے والوں کی ملامت کو خاطر میں لائے۔ ﴿ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ﴾ ”اور ان کو تقویٰ کی بات پر قائم رکھا۔“ اس سے مراد کلمہ (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) اور اس کے حقوق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو لازم ٹھہرایا کہ کلمہ اور اس کے حقوق کو ادا کریں۔ پس اہل ایمان نے ان حقوق کا التزام کر کے ان کو قائم کیا۔ ﴿ وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا ﴾ اور وہ اس چیز کے، دوسروں کی نسبت زیادہ مستحق تھے۔ ﴿ وَ ﴾ ”اور“ تھے وہ ﴿ اَهْلَهَا ﴾ ”اس کے اہل“ جو اپنے آپ کو اس کا اہل جانتے تھے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ تھا اور ان کے دلوں میں جو بھلائی تھی اللہ تعالیٰ جانتا تھا۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴾ ”اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔“

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ

البتہ تحقیق سچی خبر دی اللہ نے اپنے رسول کو خواب میں ساتھ حق کے، کہ ضرور داخل ہو گے تم مسجد حرام میں، اگر چاہا

اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا

اللہ نے، امن سے، منڈاتے ہوئے سر اپنے اور بال کتراتے ہوئے، نہ ڈرتے ہو گے تم (کسی سے بھی) پس جان لی اللہ نے وہ بات جو

لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ

نہیں جانی تم نے، سو کر دی اس نے پہلے اس سے ایک فتح جلد ہی ○ وہ، وہ ذات ہے جس نے بھیجا اپنا رسول

بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۲۸

ساتھ ہدایت اور دین حق کے، تاکہ غالب کرے وہ اس کو اوپر سب دینوں کے اور کافی ہے اللہ گواہ ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ ”یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھایا۔“ اس کی تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں ایک خواب دیکھا اور آپ نے اپنے اصحاب کرام کو اس خواب سے آگاہ فرمایا کہ وہ عنقریب مکہ میں داخل ہو کر بیت اللہ کا طواف کریں گے۔ جب حدیبیہ کے دن ان کے درمیان صلح ہوئی اور اہل ایمان مکہ میں داخل ہوئے بغیر واپس لوٹے تو اس بارے میں ان سے بہت سی باتیں صادر ہوئیں حتیٰ کہ انہوں نے ان باتوں کا رسول اللہ ﷺ کے سامنے بھی اظہار کیا چنانچہ انہوں نے آپ سے عرض کیا: کیا آپ نے ہمیں یہ خبر نہیں دی تھی کہ ہم بیت اللہ کی زیارت کے لئے آئیں گے اور طواف کریں گے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ”کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ ہم اسی سال بیت اللہ کی زیارت اور طواف سے بہرہ مند ہوں گے؟“ انہوں نے جواب دیا ”نہیں“ تو آپ نے فرمایا: ”تم عنقریب بیت اللہ کی زیارت کے لئے جاؤ گے اور اس کا طواف کرو گے۔“①

یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ﴾ یعنی اس خواب کا پورا اور سچا ہونا لازمی امر ہے اور اس تعبیر میں جرح وقدح نہیں کی جا سکتی ﴿لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ﴾ یعنی تم اس حال میں مسجد حرام میں داخل ہو گے جو اس محترم گھر کی تعظیم کا تقاضا کرتا ہے کہ تم سر منڈا کر یا بالوں کو ترشوا کر مناسک کو ادا کر رہے ہو گے اور ان کی تکمیل کر رہے ہو گے اور تمہیں کوئی خوف نہ ہو گا۔

﴿فَعَلِمَ﴾ اسے تمام مصالح اور منافع معلوم ہیں ﴿مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ﴾ ”جو تمہیں معلوم نہیں، پس اس نے کی اس سے پہلے“ یعنی ان اوصاف کے ساتھ داخل ہونے سے پہلے ﴿فَتْحًا قَرِيْبًا﴾ ”نزدیک کی فتح“ چونکہ یہ ایسا واقعہ ہے جس سے بعض اہل ایمان کے دلوں میں تشویش پیدا ہوئی اور ان کی نظروں سے اس کی حکمت اوجھل ہو گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی حکمت اور منفعت بیان فرمائی۔ یہی صورت تمام احکام شرعیہ کی ہے، تمام احکام شرعیہ ہدایت اور رحمت پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ایک حکم عام کے ذریعے سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى﴾ ”وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت دے کر بھیجا۔“ جو کہ علم نافع ہے جو گمراہی میں راہ راست دکھاتا ہے اور خیر و شر کے تمام راستے واضح کر دیتا ہے ﴿وَدِيْنِ الْحَقِّ﴾ اور ایسے دین کے ساتھ بھیجا جو حق سے موصوف ہے اور اس سے

---

① صحیح البخاری، الشروط، باب الشروط فی الجهاد و المصالحة ...... حدیث: 2732,2731

مراد عدل، احسان اور رحمت ہے، نیز اس سے مراد ہر وہ عمل ہے جو دلوں کو پاک، نفوس کی تطہیر، اخلاق کی تربیت اور اقدار کو بلند کرتا ہے ﴿لِيُظْهِرَهٗ﴾ تاکہ اس دین کو غالب کرے، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے ﴿عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ ”تمام ادیان پر“ یعنی حجت و برہان کے ذریعے سے اور یہ دین تمام ادیان کو شمشیر و سناں کے ذریعے سے مطیع ہونے کی دعوت دے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

محمد (ﷺ) رسول ہیں اللہ کے، اور وہ لوگ جو آپ کے ساتھ ہیں بہت سخت ہیں کافروں پر، نہایت مہربان ہیں آپس میں،

تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ز سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

تو دیکھے گا انہیں رکوع سجود کرتے ہوئے، وہ تلاش کرتے ہیں فضل اللہ کا اور رضامندی (اسکی)، علامت انکی، انکے چہروں میں

مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛۚ كَزَرْعٍ

ہو گا نشان سجدوں کا، یہ صفت ان کی تورات میں ہے، اور صفت ان کی انجیل میں مانند کھیتی کے ہے

اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ

جس نے نکالی اپنی سوئی، پھر اس نے مضبوط کیا اس (سوئی) کو، پھر وہ سخت ہوئی، پھر کھڑی ہو گئی اپنے تنے پر، خوش کرتی ہے کاشتکاروں کو

لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

(اللہ نے یہ کیا) تاکہ غصہ دلائے بوجہ ان (صحابۂ کرام) کے کافروں کو۔ وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے عمل کیے نیک

مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ ع

ان میں سے، مغفرت اور اجر عظیم کا ۝

۴ ع ۱۲

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے رسول ﷺ اور ان کے صحابہ، جو مہاجرین و انصار میں سے ہیں، ان کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے کہ وہ کامل ترین صفات اور جلیل ترین احوال کے حامل ہیں اور وہ ﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ﴾ کفار کے ساتھ بہت سخت ہیں، فتح و نصرت میں جد و جہد اور اس بارے میں پوری کوشش کرنے والے ہیں۔ وہ کفار کے ساتھ صرف درشتی اور سختی سے پیش آتے ہیں۔ اسی لئے ان کے دشمن ان کے سامنے ذلیل ہو گئے، ان کی طاقت ٹوٹ گئی اور مسلمان ان پر غالب آ گئے۔

﴿رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ یعنی صحابہ آپس میں محبت کرنے والے، ایک دوسرے پر مہربانی کرنے والے اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت اور عاطفت کے ساتھ پیش آنے والے ہیں۔ وہ جسد واحد کی مانند ہیں ان میں سے ہر کوئی اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرتا ہے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ یہ ہے ان کا مخلوق کے ساتھ معاملہ۔ رہا خالق کے ساتھ ان کا معاملہ، تو ﴿تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا﴾ ”تم ان کو رکوع اور سجدے کی حالت میں دیکھو گے۔“ یعنی

ان کا وصف کثرتِ نماز ہے جس کے جلیل ترین ارکان رکوع اور سجود ہیں ﴿ یَبْتَغُوْنَ ﴾ وہ اس عبادت کے ذریعے سے طلب گار ہیں ﴿ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ﴾ ”اللہ کے فضل اور اس کی رضامندی کے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا تک پہنچنا اور اس کا ثواب حاصل کرنا ان کا مطلوب و مقصود ہے۔

﴿ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ﴾ حسن عبادت اور اس کی کثرت نے ان کے چہروں پر اثر کیا ہے حتیٰ کہ وہ منور ہو گئے ہیں، چونکہ نماز کے نور سے ان کے باطن روشن ہیں، لہٰذا اجلال سے ان کے ظاہر منور ہیں ﴿ ذٰلِكَ ﴾ یہ مذکورہ احوال ﴿ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ﴾ یعنی ان کا یہ وصف جس سے اللہ تعالیٰ نے ان کو موصوف کیا ہے، تورات کریم میں اسی طرح ذکر کیا گیا ہے۔ انجیل میں ان کو ایک اور وصف سے موصوف کیا گیا ہے کہ وہ اپنے کمال اور باہم تعاون میں ﴿ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ ﴾ ”گویا ایک کھیتی ہے جس نے اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا۔“ یعنی اس نے اپنی جڑ سے شاخیں نکالیں پھر ان کو استواو ثبات میں مضبوط کیا۔ ﴿ فَاسْتَغْلَظَ ﴾ پس یہ کھیتی طاقت ور اور مضبوط ہو گئی۔ ﴿ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ ﴾ ”پھر قوت کے ساتھ کھڑی ہو گئی اپنے تنے پر“ (سُوْق) جمع ہے ساق کی، یعنی اپنی جڑوں پر کھڑی ہو گئی۔ مراد یہ ہے کہ یہ کھیتی مضبوط اور قوی ہو گئی اور اس کے تنے کھڑے ہو گئے۔

﴿ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ ﴾ جو اپنے کامل طور پر سیدھا کھڑا ہونے اور اپنے حسن اعتدال کی بنا پر کاشتکاروں کو بھلی لگتی ہے۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مخلوق کو نفع پہنچانے اور لوگوں کا ان کی طرف ضرورت مند ہونے کی وجہ سے، کھیتی کی مانند ہیں۔ ان کی قوت ایمان اور قوت عمل پودے کی رگوں اور اس کے تنوں کی مانند ہے۔ وہ کم عمر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور جن کا اسلام متاخر تھا، جنہوں نے بزرگ صحابہ کرام کی پیروی کی، ان کے ہاتھ مضبوط کیے، اقامت دین اور دعوت دین میں ان کی مثال اس کھیتی کی مانند ہے جس نے اپنی جڑوں سے سوئے نکالے پھر اس کو مضبوط کیا پھر وہ موٹی ہو گئی۔

بنابریں فرمایا: ﴿ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ﴾ ”تاکہ ان کی وجہ سے اللہ کافروں کو چڑائے۔“ جب کفار ان کے اجتماع اور دشمنان دین پر ان کی سختی کو دیکھتے ہیں نیز جب وہ دست بدست لڑائی اور جنگی معرکوں میں ان کی بہادری کو دیکھتے ہیں، تو یہ چیز ان کے دل کو جلاتی ہے۔ ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴾ پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، جنہوں نے ایمان اور عمل صالح کو جمع کیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے مغفرت، جس کا لازمہ دنیا و آخرت میں ہر قسم کے شر سے حفاظت ہے اور دنیا و آخرت کے اندر اجرِ عظیم کو جمع کیا۔

صلح حدیبیہ کے واقعات

ہم صلح حدیبیہ کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں جیسا کہ امام شمس الدین ابن قیم رحمہ اللہ نے ”زاد المعاد“ ① میں بیان کیے ہیں کیونکہ ان واقعات سے اس سورۂ مبارکہ کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے ابن قیم رحمہ اللہ

---

① زاد المعاد: ۳/۲۸۶۔ ۲۹۶۔

نے اس سورۂ مبارکہ کے اسرار و معانی پر بھی بحث کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا: نافع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کا واقعہ ذی قعد ۶ھ میں پیش آیا اور یہی صحیح ہے۔ امام زہری' قتادہ' موسیٰ بن عقبہ اور محمد بن اسحاق رحمہم اللہ وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے۔

ہشام بن عروہ رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ماہ رمضان میں حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے اور صلح حدیبیہ کا واقعہ شوال میں پیش آیا مگر یہ وہم ہے رمضان میں تو مکہ فتح ہوا تھا۔ ابوالاسود عروہ بن زبیر رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ صحیح یہی ہے کہ صلح حدیبیہ ذی قعد میں ہوئی تھی۔ صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عمرے کیے' جو سب کے سب ذی قعد میں تھے۔ ان میں عمرہ حدیبیہ بھی ذکر کیا' آپ کے ساتھ پندرہ سو نفوس تھے۔ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیحین ہی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے ساتھ چودہ سو نفوس تھے۔ صحیحین میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ہم تیرہ سو افراد تھے۔

قتادہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کتنے لوگوں کی جماعت تھی جو بیعت رضوان میں شریک ہوئی؟ انہوں نے جواب دیا ''پندرہ سو افراد تھے'' میں نے عرض کیا ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ چودہ سو افراد تھے'' سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اللہ ان پر رحم فرمائے' انہیں وہم ہوا ہے' انہی نے مجھے بتایا ہے کہ وہ پندرہ سو افراد تھے۔''

میں (ابن قیم) کہتا ہوں: ''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے دونوں قول صحت کے ساتھ مروی ہیں اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ حدیبیہ والے سال ستر اونٹ قربان کیے' ایک اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیا گیا۔ ان سے پوچھا گیا ''آپ کتنے افراد تھے؟'' حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''سوار اور پیدل دونوں مل کر چودہ سو نفوس تھے'' یعنی ان کے سوار اور پیادے۔

میلان قلب بھی زیادہ اسی طرف ہے' براء بن عازب' معقل بن یسار اور سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہم سے بھی صحیح تر روایت کے مطابق یہی تعداد ہے اور مسیب بن حزن رضی اللہ عنہ کا بھی ایک قول یہی ہے۔ شعبہ رحمہ اللہ ' قتادہ رحمہ اللہ سے' قتادہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ درخت کے نیچے (بیعت کرنے والے) چودہ سو افراد تھے۔

جس نے یہ کہا کہ وہ کل سات سو افراد تھے اس نے واضح طور پر غلطی کی ہے۔ سات سو افراد کہنے والے حضرات کا عذر یہ ہے کہ صحابہ کرام نے اس روز ستر اونٹ ذبح کیے تھے اونٹ کی قربانی کے بارے میں آتا ہے کہ اونٹ کی قربانی سات یا دس افراد کی طرف سے کافی ہے۔ مگر یہ بھی اس قائل کے دعویٰ پر دلالت نہیں کرتی کیونکہ

راوی نے تصریح کی ہے کہ اس غزوہ میں ایک اونٹ سات افراد کی طرف سے ذبح کیا گیا تھا۔ اگر قربانی کے ستر اونٹ سب کی طرف سے ہوتے تو کل چار سو نوے افراد ہوتے۔ راوی مکمل حدیث اسی طرح بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ وہ کل چودہ سو نفوس تھے۔

فصل

جب رسول اللہ ﷺ ذی الحلیفہ پہنچے تو آپ نے قربانیوں کو ہار پہنائے اور علامتیں لگائیں اور عمرے کا احرام باندھا اور اپنے آگے بنوخزاعہ میں سے ایک جاسوس بھیجا جو قریش کے حالات کے بارے میں آگاہ کرے۔ جب آپ عسفان کے قریب پہنچے تو آپ کے جاسوس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ”میں کعب بن لوی کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ انہوں نے آپ کے مقابلے کے لئے، مختلف قبیلوں سے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے وہ سب جمع ہو کر آپ سے ضرور لڑیں گے اور بیت اللہ کی زیارت سے آپ کو روکیں گے۔

رسول مصطفیٰ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا کہ آیا ہم ان قبائل کے پسماندگان پر حملہ کر دیں جو قریش کی مدد کے لئے جمع ہوئے ہیں اور ان کو قیدی بنا لیں، اگر وہ پھر بیٹھے رہے تو بدلہ لئے بغیر غم زدہ بیٹھے رہیں گے اور اگر وہ بچ نکلے تو وہ ایسی گردن ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے کاٹ دیا ہے...... یا تمہارا خیال ہے کہ ہم بیت اللہ کا قصد جاری رکھیں، جو کوئی ہمیں روکنے کی کوشش کرے تو ہم اس سے جنگ کریں؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول ہی بہتر جانتے ہیں، ہم عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں، ہم کسی کے خلاف لڑنے کے لئے نہیں آئے۔ تاہم جو کوئی ہمارے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہوا ہم اس سے ضرور لڑیں گے۔“

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ”تو پھر کوچ کرو“! پس صحابہ کرام نے کوچ کیا، ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”خالد بن ولید قریش کے گھڑ سواروں کے ساتھ غمیم کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے اس لئے پہلو بچا کر دائیں جانب کا راستہ اختیار کرو“ اللہ کی قسم! خالد بن ولید کو صحابہ کرام کے نکل جانے کا پتہ تک نہ چلا، یہاں تک مسلمانوں کے لشکر کی گرد ان تک پہنچی تو مسلمانوں کی آمد کا ان کو علم ہوا تو وہ فوراً قریش کو آگاہ کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اس دوران میں نبی اکرم ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ آپ اس گھاٹی میں پہنچ گئے۔ جہاں سے ہو کر مکہ کی طرف اترتے ہیں، تو آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ صحابہ نے کہا: (حَلْ حَلْ) مگر اونٹنی بیٹھی رہی۔ صحابہ نے کہا: ”قصواء تھک کر بیٹھ گئی“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”قصواء تھک کر نہیں بیٹھی اور نہ یہ اس کی عادت ہے بلکہ اس کو اس ہستی نے روک دیا ہے جس نے ہاتھی کو روکا تھا۔“ پھر فرمایا: ”اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ قریش مجھ سے جس چیز کا سوال کریں، جس میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حرام ٹھہرائی ہوئی چیزوں کی حرمت کا

لحاظ رکھا ہو، میں ان کو وہ چیز ضرور عطا کر دوں گا۔" پھر آپ نے اونٹنی کو جھڑکا' وہ فوراً جست لگا کر اٹھ کھڑی ہوئی' پس رسول اللہ ﷺ اس گھاٹی سے ایک طرف سے ہٹ کر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حدیبیہ کے کنویں کے پاس اتر پڑے جس میں بہت ہی تھوڑا پانی تھا۔ لوگ تھوڑا تھوڑا پانی لیتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے پانی ختم کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور صحابہ سے کہا' کہ وہ اس تیر کو اس کنویں میں ڈال دیں۔ راوی کہتا ہے "اللہ کی قسم! پورا لشکر اس کنویں سے سیراب ہوتا رہا یہاں تک کہ انہوں نے وہاں سے کوچ کیا۔ قریش آپ کی روانگی کا سن کر بہت گھبرائے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کرام میں سے کسی شخص کو ایلچی بنا کر بھیجنا چاہتے تھے چنانچہ آپ نے عمر ؓ کو بلایا تاکہ ان کو قریش کی طرف بھیجیں۔ حضرت عمر ؓ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! (ﷺ) اگر مکہ میں مجھے کوئی تکلیف پہنچائی گئی تو بنو کعب بن لوی میں ایک بھی ایسا شخص نہیں جو میری خاطر ناراض ہو، اس لئے آپ حضرت عثمان ؓ کو بھیجئے' وہاں ان کا بہت بڑا قبیلہ ہے اور جو آپ چاہتے ہیں وہ آپ کا پیغام پہنچا دیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان ؓ کو بلایا اور ان کو سفیر بنا کر قریش کی طرف بھیجا اور فرمایا کہ قریش کو کہہ دو کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے' ہم تو عمرہ کے لئے آئے ہیں اور انہیں اسلام کی دعوت دو" نیز آپ نے حضرت عثمان ؓ کو حکم دیا کہ مکہ مکرمہ میں جو مومن مرد اور عورتیں ہیں وہ ان کے پاس بھی جائیں اور ان کو فتح کی خوشخبری دیں۔ نیز ان کو بتائیں کہ اللہ تعالیٰ عنقریب مکہ میں اپنے دین کو غالب کرے گا حتیٰ کہ یہاں ایمان کو چھپایا نہیں جائے گا۔

حضرت عثمان ؓ روانہ ہوئے' بَلْدَح کے مقام پر ان کا گزر قریش کے پاس سے ہوا۔ قریش نے پوچھا "عثمان! کہاں کا ارادہ ہے؟" حضرت عثمان ؓ نے فرمایا: "مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں اللہ اور اسلام کی طرف دعوت دوں اور ہم تمہیں آگاہ کرتے ہیں کہ ہم لڑنے کے لئے نہیں آئے بلکہ عمرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔" انہوں نے کہا "تم نے جو کہا' ہم نے سن لیا' اب جاؤ' اپنا کام کرو" ابان بن سعید اٹھا' اس نے حضرت عثمان ؓ کو مرحبا کہا' اپنے گھوڑے پر زین رکھی' حضرت عثمان ؓ کو گھوڑے پر سوار کرایا اور ان کو پناہ دی' ابان بن سعید حضرت عثمان ؓ کو اپنے ساتھ بٹھا کر مکہ آیا۔ حضرت عثمان ؓ کے واپس لوٹنے سے پہلے مسلمانوں نے کہا: "عثمان ؓ ہم سے پہلے بیت اللہ پہنچ کر طواف کریں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میرا خیال ہے وہ اس حالت میں کہ ہم یہاں محصور ہیں' بیت اللہ کا طواف نہیں کریں گے۔" صحابہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! وہ بیت اللہ پہنچ گئے ہیں' انہیں کون سی چیز بیت اللہ کے طواف سے روک سکتی ہے؟" آپ نے فرمایا: "عثمان کے بارے میں میرا یہ گمان ہے کہ وہ کعبہ کا طواف اس وقت تک نہیں کریں گے جب تک کہ ان کے ساتھ

ہم نہ کریں۔"

مسلمان صلح کے معاملے میں مشرکین کے ساتھ گھل مل گئے۔ فریقین میں سے کسی شخص نے دوسرے فریق کے کسی آدمی کو پتھر مارا، بس معرکہ برپا ہو گیا فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلانے اور پتھر پھینکنے شروع کر دیئے دونوں فریق چلائے اور ہر فریق اپنے اپنے آدمیوں کے فعل پر مجبور تھا۔ رسول اللہ ﷺ تک حضرت عثمان ؓ کے قتل کی افواہ پہنچی تو آپ نے بیعت کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو طلب فرمایا۔

رسول اللہ ﷺ درخت کے سائے میں تشریف فرما تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس بات پر بیعت کی کہ وہ آپ کو چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پکڑا اور فرمایا: "یہ عثمان ؓ کی طرف سے بیعت ہے۔"

جب بیعت مکمل ہو گئی تو حضرت عثمان ؓ بھی واپس آ گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت عثمان ؓ سے کہا: "آپ نے تو بیت اللہ کا طواف کر کے اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیا۔"

حضرت عثمان ؓ نے کہا: "میرے بارے میں تم نے بہت ہی برا گمان رکھا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر سال بھر بھی میں مکہ مکرمہ میں رہوں اور رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہوں، تو میں اس وقت تک بیت اللہ کا طواف نہیں کروں گا جب تک کہ رسول اللہ ﷺ طواف نہ کر لیں۔ قریش نے مجھے بیت اللہ کا طواف کرنے کی دعوت دی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: "رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بارے میں ہم سے زیادہ علم رکھتے ہیں اور ہم سے زیادہ اچھا گمان رکھتے ہیں۔"

حضرت عمر ؓ نے درخت کے نیچے بیعت کے لئے رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک تھامے رکھا اور جد بن قیس کے سوا تمام مسلمانوں نے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور حضرت معقل بن یسار ؓ آپ پر سے درخت کی ٹہنیاں اٹھائے رہے۔

ابوسنان اسدی ؓ پہلے شخص تھے جنہوں نے آپ کے دست مبارک پر بیعت کی سلمہ بن الاکوع ؓ نے تین مرتبہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کی، ایک دفعہ ابتدا میں، پھر درمیان میں اور ایک دفعہ آخر میں۔

بیعت کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا کہ بدیل بن ورقاء خزاعی بنوخزاعہ کے چند آدمیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تہامہ کی پوری وادی میں صرف خزاعی آپ کے خیر خواہ تھے بدیل نے کہا: "میں بنو کعب بن لؤی اور عامر بن لؤی کو اس حال میں چھوڑ کر آ رہا ہوں کہ وہ حدیبیہ کے چشموں پر اترے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ دودھ دینے والی اونٹنیاں بھی ہیں، وہ آپ ﷺ کے ساتھ لڑیں گے اور آپ کو بیت اللہ جانے سے روکیں گے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "ہم کسی کے ساتھ لڑنے کے لئے نہیں آئے، ہم تو صرف عمرہ کرنے کے لئے

آئے ہیں۔ جنگ نے قریش کو کمزور کر دیا ہے اور ان کو نقصان پہنچایا ہے، اس صورت میں اگر وہ چاہیں تو میں ایک مدت کے لیے ان کے ساتھ صلح کر لوں گا، وہ میرے اور دوسرے لوگوں کے درمیان سے ہٹ جائیں، اگر وہ چاہیں تو اس دین میں داخل ہو جائیں جس میں لوگ داخل ہوئے ہیں، ورنہ آرام سے بیٹھیں اور اگر انہیں جنگ کے سوا کچھ منظور نہیں تو قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری زندگی ہے۔ میں اپنے اس دین پر ان سے ضرور لڑوں گا یہاں تک کہ میری گردن تن سے جدا ہو جائے، یا اللہ تعالیٰ اپنے دین کو نافذ کر دے۔“

بدیل نے عرض کیا: ”میں آپ کی بات قریش تک پہنچا دوں گا۔“ بدیل چلا گیا حتیٰ کہ وہ قریش کے پاس پہنچا اور ان سے کہنے لگا: ”میں اس شخص کے پاس سے ہو کر آیا ہوں، میں نے اسے ایک بات کہتے سنا ہے۔ اگر آپ لوگ چاہیں تو میں وہ بات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔“

قریش کے بیوقوف لوگوں نے کہا: ”ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ تم ہمیں کچھ سناؤ“ مگر ان میں سے اصحاب رائے نے کہا: ”ہاں بتاؤ تم نے اس سے کیا سنا ہے؟“ بدیل نے کہا: ”میں نے اس کو یہ کچھ کہتے سنا ہے۔“

عروہ بن مسعود ثقفی نے کہا: ”اس شخص نے تمہارے سامنے ایک اچھی بات پیش کی ہے، اس کو قبول کر لو اور مجھے اس کے پاس جانے دو“ قریش نے کہا: ”ہاں تم اس کے پاس جاؤ۔“

عروہ بن مسعود ثقفی آپ کے ساتھ مذاکرات کرنے کی غرض سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ رسول اللہ ﷺ نے عروہ بن مسعود سے بھی وہی بات کہی جو بدیل سے کہی تھی۔ اس پر عروہ بن مسعود نے کہا ”اے محمد! (ﷺ) کیا تم اپنی قوم ہی کی جڑ کاٹو گے، کیا تم نے کسی عرب کے بارے میں سنا ہے کہ اس نے تم سے پہلے اپنی قوم کو نیست و نابود کیا ہو؟ اگر کوئی دوسری بات ہوئی تو اللہ کی قسم! میں کچھ ایسے چہرے اور اس طرح کے لوگ دیکھ رہا ہوں جو تجھے چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔“

حضرت ابوبکر ؓ نے اس سے کہا: ”تو' لات کی شرم گاہ چوستا رہ، کیا ہم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟“ عروہ بن مسعود نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا: ”میں ابوبکر ہوں۔“ عروہ بن مسعود نے کہا: ”اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تیرا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا بدلہ میں ابھی تک نہیں اتار سکا تو میں تجھے اس کا جواب دیتا۔“

اس نے رسول اللہ ﷺ سے بات چیت شروع کی۔ جب وہ بات کرتا تو آپ کی ریش مبارک کو چھوتا، حضرت مغیرہ بن شعبہ ؓ آپ کے سر پر کھڑے ہوئے تھے، ان کے ہاتھ میں تلوار تھی اور سر پر خود پہن رکھا تھا۔ جب بھی عروہ بن مسعود اپنا ہاتھ آپ کی ریش مبارک کی طرف بڑھاتا، تو مغیرہ ؓ اپنی تلوار کا نعل اس کے ہاتھ پر مارتے اور کہتے: ”اپنے ہاتھ کو رسول اللہ ﷺ کی ریش مبارک سے دور رکھو۔“

عروہ بن مسعود نے اپنا سر اٹھا کر پوچھا: ‘‘یہ کون ہے؟’’ مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: ‘‘میں مغیرہ بن شعبہ ہوں۔’’ عروہ بن مسعود نے کہا: ‘‘اے بے وفا شخص! کیا میں تیری بے وفائی کے انتقام کی کوشش میں نہیں ہوں؟’’ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایامِ جاہلیت میں کچھ لوگوں کے ساتھ مصاحبت رکھتے تھے، پس مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو قتل کر دیا ان کا مال لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لے آئے۔ آپ نے فرمایا: ‘‘میں تمہارا اسلام لانا تو قبول کرتا ہوں، لیکن مال کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں۔’’

پھر عروہ بن مسعود دیر تک اصحاب رسول ﷺ کو دیکھتا رہا، اللہ کی قسم! جب کبھی نبی اکرم ﷺ نے تھوک پھینکا تو کسی نہ کسی شخص نے اسے اپنے ہاتھ پر لیا اور اسے اپنے جسم اور چہرے پر مل لیا آپ کوئی حکم دیتے تو صحابہ اس کی تعمیل کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے، جب آپ وضو فرماتے تو صحابہ آپ کے وضو کے مستعمل پانی پر گویا لڑتے تھے، جب آپ گفتگو فرماتے تو صحابہ کرام آپ کے پاس اپنی آوازوں کو پست کر لیتے تھے، آپ کی تعظیم کی وجہ سے وہ آپ ﷺ کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔

عروہ بن مسعود اپنے ساتھیوں میں واپس آیا اور ان سے کہنے لگا: ‘‘اے لوگو! میں کسریٰ، قیصر اور نجاشی جیسے بادشاہوں کے درباروں میں گیا ہوں، میں نے کوئی ایسا بادشاہ نہیں دیکھا جس کے مصاحبین اس کی اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی محمد (ﷺ) کے اصحاب ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) جب بھی تھوک پھینکتے تو کوئی نہ کوئی شخص اپنے ہاتھ پر لے کر اپنے جسم اور چہرے پر مل لیتا تھا۔ جب محمد (ﷺ) کوئی حکم دیتے تو ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تعمیل کی کوشش کرتے، جب محمد (ﷺ) وضو کرتے تو وضو کے مستعمل پانی کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے جھگڑتے تھے۔ جب محمد (ﷺ) گفتگو کرتے تو لوگ اپنی آوازوں کو پست کر لیتے وہ محمد (ﷺ) کی تعظیم کے طور پر ان کی طرف نظریں اٹھا کر نہیں دیکھتے تھے۔ بے شک انہوں نے ایک نہایت اچھی بات تمہارے سامنے پیش کی ہے اور اس پر زور دیا ہے کہ تم اسے قبول کر لو۔’’

بنو کنانہ میں سے ایک شخص نے کہا: ‘‘مجھے اس کے پاس جانے دو۔’’ قریش نے کہا ‘‘تم اس کے پاس جاؤ۔’’ جب یہ شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ‘‘یہ فلاں شخص ہے اور اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جو قربانی کے جانوروں کا بہت احترام کرتے ہیں، تم قربانی کے جانور اس کے پاس لے کر آؤ، پس لوگ قربانی کے جانور اس کے پاس لے کر آئے اور تلبیہ کہتے ہوئے اس کا استقبال کیا۔ جب اس نے یہ صورت حال دیکھی تو کہنے لگا: ‘‘سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا مناسب نہیں۔’’ پھر وہ اپنے لوگوں کی طرف واپس آیا اور ان سے کہا: ‘‘میں نے قربانی کے جانوروں کو دیکھا ہے کہ ان کو ہار پہنائے گئے ہیں اور ان کا اشعار کیا گیا ہے میری رائے ہے کہ ان کو بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔’’

پھر مکرز بن حفص کھڑا ہوا اور اس نے کہا: ”مجھے اجازت دو کہ میں محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں“ جب مکرز ان کے پاس آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”یہ مکرز بن حفص ہے اور یہ فاسق و فاجر شخص ہے۔“ مکرز بن حفص نے رسول اللہ ﷺ سے گفتگو شروع کی۔ ابھی وہ گفتگو کر ہی رہا تھا کہ سہیل بن عمرو آ گیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے تمہارا معاملہ آسان فرما دیا۔“

سہیل بن عمرو نے کہا: ”آپ ہمارے اور اپنے درمیان صلح کا معاہدہ لکھ دیجئے“ رسول اللہ ﷺ نے کاتب کو بلایا اور اس سے فرمایا: ”لکھو (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ)“

سہیل بن عمرو نے کہا: ”رہا رحمٰن، تو اللہ کی قسم! ہم نہیں جانتے کہ رحمٰن کیا ہے؟ بلکہ لکھو (بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ) جیسا کہ تو لکھا کرتا تھا۔“

مسلمانوں نے کہا: ”اللہ کی قسم! ہم تو (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ) ہی لکھیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (بِاسْمِکَ اللّٰهُمَّ) ہی لکھ دو“ پھر فرمایا: ”لکھو، یہ وہ تحریر ہے، جس پر محمد رسول اللہ (ﷺ) نے صلح کی۔“ اس پر سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا ”اگر ہم اعتراف کرتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو بیت اللہ کی زیارت سے روکتے نہ آپ کے خلاف جنگ کرتے۔ بلکہ ”محمد بن عبداللہ“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”بے شک میں اللہ کا رسول ہوں اگرچہ تم نے میری تکذیب کی ہے، تاہم ”محمد بن عبداللہ۔“

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ”اس بات پر صلح ہے کہ تم بیت اللہ اور ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ گے اور ہم طواف کریں گے۔“

سہیل بن عمرو نے کہا: ”اللہ کی قسم! ایسا نہیں ہوگا، کہیں عرب یہ نہ کہیں کہ ہمیں مجبور کر دیا گیا، البتہ آپ آئندہ سال طواف کریں۔“ پس یہی لکھ دیا گیا۔

سہیل بن عمرو نے کہا: ”یہ اس بات پر صلح نامہ ہے کہ اگر ہمارا کوئی شخص (بھاگ کر) تمہارے پاس آ جائے تو تم اسے واپس کر دو گے خواہ وہ تمہارے دین ہی پر کیوں نہ ہو۔“

مسلمانوں نے کہا: ”سُبْحَانَ اللّٰهِ! جو شخص مسلمان ہو کر آیا ہو اسے کیسے مشرکین کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا“ ابھی وہ یہ گفتگو کر ہی رہے تھے کہ ابو جندل بن سہیل ؓ اپنی بیڑیوں میں بڑی مشکل سے چلتے ہوئے نشیب مکہ سے نکلے اور اپنے آپ کو صحابہ کرام ؓ کے درمیان ڈال دیا، سہیل بن عمرو نے کہا: ”اے محمد! (ﷺ) یہ پہلی شرط ہے جس پر میں نے تمہارے ساتھ صلح کی ہے، ابو جندل کو واپس کر دو۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابھی ہم نے تحریر ختم نہیں کی۔“ سہیل بن عمرو نے کہا: ”اللہ کی قسم! اگر یہ بات ہے تو میں تمہارے ساتھ کسی بات

پر کبھی بھی صلح نہیں کروں گا۔'' نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس کی اجازت دے دو۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''میں ہرگز اس کی اجازت نہیں دوں گا۔''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں! اجازت دے دو۔''

سہیل بن عمرو نے کہا: ''میں اجازت نہیں دوں گا۔''

مکرز نے کہا: ''میں اجازت دیتا ہوں۔''

ابو جندل رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اے مسلمانو! کیا مجھے مشرکین کے پاس واپس بھیج دیا جائے گا درآں حالیکہ میں مسلمان ہو کر تمہارے پاس آیا ہوں، کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ مجھے کن مصائب کا سامنا کرنا پڑا ہے؟''...... حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو اللہ کے راستے میں سخت عذاب سے دوچار کیا گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جب سے مسلمان ہوا ہوں مجھے اسلام کی حقانیت پر، اس دن کے سوا، کبھی شک نہیں ہوا، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں!''

میں نے عرض کیا: ''کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟''

آپ نے فرمایا: ''کیوں نہیں۔''

میں نے عرض کیا: ''تو پھر ہم اپنے دین میں کمزوری کیوں دکھائیں؟''

آپ نے فرمایا: ''میں اللہ کا رسول ہوں، وہی میرا مددگار ہے، میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔''

میں نے عرض کیا: ''کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ عنقریب بیت اللہ کا طواف کریں گے؟''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں نے تمہیں یہ خبر دی تھی کہ تم اسی سال آ کر بیت اللہ کا طواف کرو گے؟''

میں نے عرض کیا: ''نہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''تم ضرور بیت اللہ کی زیارت اور طواف کرو گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اس کے بعد میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے بھی وہی کچھ کہا جو رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا اور انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو رسول اللہ ﷺ نے دیا تھا اور مزید کہا: ''مرتے دم تک ان کے امر و نہی کی اطاعت کر، اللہ کی قسم! وہ حق پر ہیں'' حضرت عمر فرماتے ہیں: ''میں نے اس سوال جواب کی گستاخی کی تلافی کے لئے کفارے کے طور پر بہت اعمال کیے۔''

جب رسول اللہ ﷺ صلح نامہ کی تحریر سے فارغ ہوئے تو فرمایا: ''اٹھو قربانی کرو اور اپنا سر منڈاؤ۔'' اللہ کی قسم! کوئی شخص نہ اٹھا حتیٰ کہ آپ نے تین مرتبہ کہا۔ جب ان میں سے کوئی آدمی نہ اٹھا تو آپ اٹھ کر ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے خیمہ میں چلے گئے، جو کچھ لوگوں کی طرف سے پیش آیا تھا حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کہہ سنایا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا آپ واقعی یہی چاہتے ہیں؟ اگر یہ بات ہے تو آپ باہر تشریف لے جائیے اور اس وقت تک کسی سے بات نہ کیجیے جب تک کہ آپ اپنی قربانی کو ذبح نہ کر لیں، پھر حجام کو بلائیے اور وہ آپ کا سر مونڈ دے۔'' نبی اکرم ﷺ کھڑے ہوئے اور باہر نکل گئے' آپ نے کسی سے گفتگو نہ فرمائی' جب تک کہ یہ سب کچھ نہ کر لیا' آپ نے اپنے قربانی کے جانور ذبح کیے پھر حجام کو بلوایا' اس نے آپ کا سر مونڈا۔ جب صحابہ کرام نے یہ دیکھا تو وہ اٹھے اور انہوں نے بھی قربانی کے جانور ذبح کیے اور ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ پھر ازدحام کی وجہ سے ایسے لگتا تھا کہ کہیں وہ ایک دوسرے کو قتل نہ کر دیں۔

پھر مومن خواتین آئیں پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ ﴾ (الممتحنة: ۱۰/۶۰) ''اے ایمان والو: جب تمہارے پاس مومن عورتیں آئیں تو ان کو آزما لیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت لوٹاؤ۔ وہ ان کفار کے لئے حلال نہ کفار ان کے لیے حلال ہیں اور انہوں نے جو کچھ ان پر خرچ کیا ہے انہیں دے دو اور تم پر کوئی حرج نہیں اگر تم ان کے ساتھ مہر مقرر کرنے کے بعد نکاح کر لو اور کافر عورتوں کو اپنے پاس نہ رکھو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس روز اپنی دو بیویوں کو طلاق دی تھی جو شرک کی حالت میں ان کے پاس تھیں۔ ان میں سے ایک کے ساتھ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے (اس وقت تک وہ ایمان نہیں لائے تھے) اور دوسری کے ساتھ صفوان بن امیہ نے نکاح کر لیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ واپس مدینہ لوٹ آئے' واپسی پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر سورۂ فتح نازل فرمائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟'' آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! آپ کو مبارک ہو' ہمارے لئے کیا حکم ہے؟'' پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں ﴿ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴾ (الفتح: 4/48)

تفسیر سورۃ الحجرات

سُوْرَةُ الْحُجُرٰتِ (۴۹) مَدَنِيَّةٌ (۱۰۶)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

اٰيَاتُهَا ۱۸ رُكُوْعَاتُهَا ۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ آگے بڑھو تم اللہ اور اس کے رسول سے اور ڈرو تم اللہ سے' بلاشبہ اللہ

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ① يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

خوب سننے والا، جاننے والا ہے○ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ بلند کرو تم اپنی آوازیں اوپر نبی کی آواز کے

وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ

اور نہ اونچی آواز میں آپ سے بات کرو مانند اونچی آواز (سے بات) کرنے کے تمہارے ایک کا دوسرے سے، کہیں برباد (نہ) ہو جائیں تمہارے عمل

وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ② اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ

اور تمھیں شعور (بھی) نہ ہو○ بلاشبہ وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آوازیں رسول اللہ کے پاس، یہی وہ

الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ③

لوگ ہیں کہ پرکھ کر خالص کر دیے اللہ نے ان کے دل تقوے کے لیے، ان کے لیے مغفرت اور اجر عظیم ہے○

یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ادب، نیز آپ کی تعظیم، احترام اور اکرام و تکریم کو متضمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ان امور کا حکم دیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کے متقاضی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کے اوامر کی تعمیل اور اس کے نواہی سے اجتناب۔ نیز یہ کہ وہ اپنے تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کے اوامر کے مطابق چلیں اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع کریں، اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھیں، اس وقت تک کوئی بات نہ کریں جب تک کہ اللہ کا رسول ﷺ بات نہ کرے، وہ کسی کام کا حکم نہ دیں جب تک کہ اللہ کا رسول ﷺ حکم نہ دے۔ پس اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا یہی حقیقی ادب ہے جو فرض ہے۔ یہی ادب بندے کی سعادت اور فلاح کا عنوان ہے، چنانچہ اس کے حصول میں ناکامی سعادت ابدی اور نعیم سرمدی کے حصول میں ناکامی ہے۔

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ ﷺ کے قول پر کسی اور کے قول کو مقدم رکھنے کی ممانعت ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ واضح ہو کر سامنے آ جائے تو اس کی اتباع کرنا اور اس کو کسی اور کے قول اور رائے پر، خواہ وہ کوئی بھی ہو، مقدم رکھنا واجب ہے۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تقویٰ کا عمومی حکم دیا ہے۔ اور تقویٰ کا معنی طلق بن حبیب رحمہ اللہ کے قول کے مطابق، یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ثواب کے عطا ہونے کی امید رکھتے ہوئے اس کے نور کی روشنی میں اس کی اطاعت کریں اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کے نور کی روشنی میں اس کی معصیت کو ترک کر دیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ﴾ بے شک اللہ تعالیٰ تمام اوقات اور تمام مخفی مقامات و جہات میں تمام آوازوں کو سنتا ہے **﴿عَلِيْمٌ﴾** بے شک اللہ تعالیٰ تمام ظواہر اور بواطن، گزرے ہوئے اور آنے والے امور، تمام واجبات مستحیلات اور ممکنات کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے آگے بڑھنے کی ممانعت اور تقویٰ کا حکم دینے

کے بعد ان دو اسمائے کریمہ کا ذکر کرنے میں ان مذکورہ اوامر حسنہ اور آداب مستحسنہ کی تعمیل کی ترغیب اور ان کی عدم تعمیل کی صورت میں ترہیب ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے فرمایا: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ﴾ یہ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے میں آپ کا ادب ہے یعنی رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہونے والے کو چاہئے کہ وہ اپنی آواز کو آپ سے بلند کرے نہ اونچی آواز میں آپ سے گفتگو کرے بلکہ اپنے لہجے کو پست رکھے، آپ سے نہایت ادب و ملائمت، تعظیم و تکریم اور جلال و عظمت کے ساتھ بات کرے۔ رسول اللہ ﷺ ان میں سے کسی فرد جیسے نہیں ہیں، اس لئے آپ سے مخاطب ہونے میں آپ کے امتیاز کا خاص خیال رکھیں۔ جیسا کہ آپ اپنی امت پر اپنے حقوق، آپ پر ایمان اور آپ کے ساتھ محبت کے واجب ہونے میں امتیاز رکھتے ہیں، جس کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی۔ کیونکہ ان آداب کا لحاظ نہ رکھنے سے ڈر ہے کہ کہیں بندے کا عمل اکارت نہ جائے اور اسے شعور تک نہ ہو، جس طرح آپ کا ادب کرنا حصول ثواب اور قبولیت اعمال کا سبب ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان لوگوں کی مدح فرمائی ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ کے لئے چن لیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو آزمایا اور ان کا امتحان لیا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے دل تقویٰ کے لئے درست پائے، پھر اس نے ان کے ساتھ ان کے گناہوں کی بخشش کا وعدہ کیا جو ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ امر کے زائل ہونے اور اجر عظیم کے حصول کو متضمن ہے، جس کے وصف کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسی میں ہر محبوب چیز کا حصول ہے۔ اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ امر و نہی اور مصائب و محن کے ذریعے سے دلوں کو آزماتا ہے پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اوامر کا التزام کرتا ہے، اس کی رضا کی اتباع کرتا ہے، اس کی تعمیل کے لئے جلدی سے آگے بڑھتا ہے، اسے اپنی خواہشاتِ نفس پر مقدم رکھتا ہے تو وہ تقویٰ کے لئے پاک صاف ہے اور اس کا قلب صحیح اور درست ہے اور جو کوئی ایسا نہیں ہوتا تو معلوم ہوا کہ وہ تقویٰ کے قابل نہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَكَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ④ وَلَوْ

بلاشبہ وہ لوگ جو پکارتے ہیں آپ کو حجروں کے باہر سے، اکثر ان کے نہیں عقل رکھتے ○ اور اگر

اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْهِمْ لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ⑤

بیشک وہ صبر کرتے حتی کہ آپ (خود ہی) نکلتے انکی طرف تو ہوتا بہت بہتر ان کیلئے اور اللہ بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنیوالا ہے ○

یہ آیت کریمہ اعراب (یعنی عرب دیہاتیوں) میں سے چند لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے جفا سے موصوف کیا ہے۔ وہ اس لائق ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حدود کو نہ جانیں جو اس نے اپنے

رسول پر نازل فرمائے ہیں۔ یہ عرب دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں وفد بن کر آئے اور انہوں نے آپ کو اپنے گھر میں اپنی ازواج مطہرات کے پاس پایا تو انہوں نے ادب کو ملحوظ نہ رکھا اور آپ کے باہر تشریف لانے تک انتظار نہ کر سکے اور پکارنا شروع کر دیا ''اے محمد! اے محمد! (ﷺ) ہمارے پاس آؤ''...... پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی عدم عقل کی بنا پر مذمت کی ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول کے ساتھ ادب واحترام کو نہ سمجھ سکے۔ جیسا کہ ادب کا استعمال عقل مندی میں شمار ہوتا ہے' بندے کا باادب ہونا اس کی عقل کا عنوان ہے۔

اللہ بندے کی بھلائی چاہتا ہے۔ بنابریں فرمایا: ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اگر وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود نکل کر ان کے پاس آتے' تو یہ ان کے لیے بہتر تھا' اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔'' یعنی بندوں سے جو گناہ صادر ہوتے ہیں اور ان سے ادب میں جو خلل واقع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ان کو بخشنے والا ہے' وہ ان پر بہت مہربان ہے کہ وہ ان کو ان کے گناہوں کی پاداش میں فوراً عذاب میں مبتلا نہیں کرتا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اگر لائے تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر تو تحقیق کر لیا کرو (اس کی ایسا نہ ہو) کہ تکلیف پہنچاؤ تم کسی قوم کو

بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ⑥

نادانی سے' پھر ہو جاؤ تم اس پر جو کیا تم نے نادم ○

یہ بھی ان آداب میں شامل ہے جن پر عقل مند لوگ عمل پیرا ہیں کہ جب ان کے پاس کوئی فاسق شخص خبر لے کر آئے تو وہ اس کی خبر کی تحقیق کر لیا کریں اور تحقیق کے بغیر اس پر عمل نہ کریں' کیونکہ اس میں بہت بڑے خطرے اور گناہ میں پڑنے کا اندیشہ ہے' کیونکہ جب فاسق و فاجر شخص کی خبر کو صادق اور عادل شخص کی خبر کے طور پر لیا جائے' اور اس کے موجب اور تقاضے کے مطابق حکم لگایا جائے' تو اس خبر کے سبب سے ناحق جان و مال کا اتلاف ہوگا جو ندامت کا باعث ہوگا۔ فاسق و فاجر کی دی ہوئی خبر سننے کے بعد اس کی تحقیق وتبیین واجب ہے۔ اگر دلائل اور قرائن اس کی صداقت پر دلالت کرتے ہوں تو اس پر عمل کیا جائے اور اس کی تصدیق کی جائے اور اگر دلائل وقرائن اس کے کذب پر دلالت کریں تو اس کو جھوٹ سمجھا جائے اور اس پر عمل نہ کیا جائے۔

اس آیت کریمہ میں دلیل ہے کہ صادق وعادل کی خبر مقبول' کاذب کی خبر مردود اور فاسق کی خبر میں توقف ہے۔ بنابریں سلف نے خوارج کی بہت سی روایات کو قبول کیا ہے' جو صداقت میں معروف تھے' اگرچہ وہ فاسق تھے۔

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ

اور جان لو بلاشبہ تم میں اللہ کے رسول ہیں' اگر وہ تمہاری اطاعت کریں بہت سے معاملات میں (تو) یقیناً تم مشقت میں پڑ جاؤ اور لیکن

اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ

اللہ نے محبوب بنا دیا تمہاری طرف ایمان کو اور مزین کر دیا اس نے اسے تمہارے دلوں میں، اور ناپسندیدہ بنا دیا تمہارے لیے کفر

وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ

اور فسق اور نافرمانی کو، اور یہی لوگ ہیں رشد و ہدایت والے ○ بطور فضل کے اللہ کی طرف سے

وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۸

اور احسان کے اور اللہ خوب جاننے والا خوب حکمت والا ہے ○

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے اندر موجود ہیں وہ ایسے رسول ہیں، جو صاحب کرم، نیک طینت اور راہِ راست دکھانے والے ہیں، جو تمہاری بھلائی چاہتے ہیں اور تمہارے خیر خواہ ہیں جبکہ تم اپنے لئے شر اور ضرر چاہتے ہو، جس پر رسول تمہاری موافقت نہیں کر سکتے۔ اگر رسول ﷺ بہت سے معاملات میں تمہاری اطاعت کرنے لگے تو تم مشقت میں پڑ جاؤ گے اور ہلاکت میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ مگر رسول اللہ ﷺ تمہیں رشد و ہدایت کی راہ دکھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ تمہارے لئے ایمان کو محبوب بناتا ہے، اور اسے تمہارے دلوں میں مزین کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے تمہارے دلوں میں حق کی محبت اور اس کی ترجیح ودیعت کی ہے، اس نے حق پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں، جو اس کی صحت پر دلالت کرتے ہیں اور قلوب اور فطرت اس کی قبولیت کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ انابت کی جو توفیق عطا کرتا ہے...... وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں میں ایمان کو مزین کرتا ہے۔

اس نے تمہارے دلوں میں شر سے جو نفرت ودیعت کی ہے، تمہارے دلوں میں شر کی تکمیل کا جو ارادہ معدوم ہے، اس نے شر کے فساد اور اس کی مضرت پر جو شواہد اور دلائل قائم کیے ہیں، تمہارے دلوں اور فطرت کے اندر شر کی جو عدم قبولیت ودیعت کی ہے اور دلوں کے اندر اللہ تعالیٰ نے شر کے لئے جو کراہت پیدا کی ہے...... وہ ان کے ذریعے سے تمہارے دلوں کے لئے کفر و فسق یعنی چھوٹے بڑے گناہ کو ناپسندیدہ بناتا ہے۔

﴿اُولٰۗىِٕكَ﴾ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان مزین کر دیا اور اسے ان کا محبوب بنا دیا، اور ان کو کفر، گناہ اور معصیت سے بیزار کر دیا ﴿هُمُ الرّٰشِدُوْنَ﴾ ''وہی راہ ہدایت پر ہیں۔'' یعنی جن کے علوم و اعمال درست ہو گئے اور وہ دینِ قویم اور صراط مستقیم پر کاربند ہو گئے۔

ان کے برعکس اور ان کی ضد وہ لوگ ہیں جن کے لئے کفر، فسق اور عصیان کو پسندیدہ اور ایمان کو ناپسندیدہ بنا دیا گیا ہے۔ یہ گناہ ان کا اپنا گناہ ہے کیونکہ جب انہوں نے فسق کا ارتکاب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی اور جب ﴿زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ (الصف: ٥/٦١) ''وہ کج رو ہو گئے تو اللہ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔'' چونکہ جب حق پہلی مرتبہ ان کے پاس آیا تو وہ اس پر ایمان نہ لائے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے

دلوں کو پلٹ دیا۔

﴿ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ نِعْمَةً ﴾ یعنی یہ بھلائی جو انہیں حاصل ہے' ان پر اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و احسان ہے' اس میں ان کی اپنی قوت و اختیار کو کوئی دخل نہیں۔ ﴿ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴾ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر کرتا ہے۔ پس وہ اسے اس نعمت کی توفیق سے نواز دیتا ہے اور اس شخص کو بھی جانتا ہے جو اس نعمت کی قدر نہیں کرتا اور یہ نعمت اس کے لائق نہیں ہوتی۔ پس وہ اپنے فضل و کرم کو اس مقام پر رکھتا ہے جہاں اس کی حکمت تقاضا کرتی ہے۔

وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ

اور اگر دو گروہ مومنوں کے آپس میں لڑ پڑیں تو تم صلح کرا دو ان کے درمیان پھر اگر زیادتی کرے

اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ

ایک (گروہ ان) دونوں میں سے دوسرے پر تو تم لڑو اس سے جو زیادتی کرتا ہے حتیٰ کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف' پھر اگر

فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

وہ لوٹ آئے تو تم صلح کرا دو ان دونوں کے درمیان ساتھ عدل (حق) کے اور تم انصاف کرو' بلاشبہ اللہ پسند کرتا ہے

الْمُقْسِطِيْنَ ⑨ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ

انصاف کرنے والوں کو ○ یقیناً مومن (ایک دوسرے کے) بھائی ہیں' سو تم صلح کراؤ درمیان اپنے بھائیوں کے

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ⑩ ع الثلثة ۳/۴

اور ڈرو تم اللہ سے تاکہ تم رحم کیے جاؤ ○

یہ آیت کریمہ' اہل ایمان کو ایک دوسرے پر زیادتی کرنے اور ایک دوسرے سے لڑائی کرنے سے روکنے کو متضمن ہے' نیز یہ کہ جب اہل ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو دیگر اہل ایمان پر واجب ہے کہ وہ ان دو گروہوں کے درمیان پڑ کر' جس کے ذریعے سے ان کے مابین صلح ہو جائے اور ان کے درمیان اصلاح کے ذریعے سے' اس بہت بڑے شر کی تلافی کریں اور وہ ذرائع اختیار کریں جو صلح پر منتج ہوتے ہوں۔

اگر وہ دونوں گروہ باہم صلح کر لیں تو بہت اچھی بات ہے ﴿ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ﴾ ''اور اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو' حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کر لے۔'' یعنی اس حد کی طرف لوٹ آئیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کی ہے یعنی فعل خیر اور ترک شر اور سب سے بڑا شر آپس میں لڑنا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان: ﴿ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ ﴾ ''پس جب وہ رجوع کر لے تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو۔'' صلح اور صلح میں عدل و انصاف کا حکم ہے' کیونکہ کبھی کبھار صلح تو ہوتی ہے مگر

عدل و انصاف پر نہیں بلکہ ظلم اور کسی ایک فریق پر زیادتی پر مبنی ہوتی ہے' اس لیے یہ وہ صلح نہیں جس کا حکم دیا گیا ہے' لہٰذا لازم ہے کہ فریقین میں سے کسی کی کسی قرابت یا وطن یا دیگر اغراض و مقاصد کے حوالے سے رعایت نہ رکھی جائے جو عدل و انصاف سے انحراف کے موجب بنتے ہیں۔ ﴿وَ اَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ﴾ ''اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ عدل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے'' جو لوگوں کے درمیان اپنے فیصلوں اور ان تمام ذمہ داریوں میں' جن پر ان کو متعین کیا جاتا ہے' انصاف سے کام لیتے ہیں حتیٰ کہ اس میں وہ عدل و انصاف بھی داخل ہے جو انسان اپنے اہل و عیال کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں کرتا ہے۔ ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انصاف کرنے والے اللہ کے ہاں نور کے منبروں پر فائز ہوں گے یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں میں' اپنے اہل و عیال میں اور منصبی ذمہ داریوں میں انصاف کرتے ہیں۔''①

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ﴾ ''بے شک سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔'' یہ ایک ایسا رشتہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنین کے درمیان قائم کیا ہے' زمین کے مشرق یا مغرب میں کوئی بھی شخص جو اللہ تعالیٰ' اس کے فرشتوں' اس کی کتابوں' اس کے رسولوں اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مومنوں کا بھائی ہے۔ یہ ایسی اخوت ہے جو اس بات کی موجب ہے کہ مومن اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کریں جو اپنے لئے پسند کرتے ہیں' اور وہ چیز اس کے لئے ناپسند کریں جسے وہ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ بنابریں رسول مصطفیٰ ﷺ نے اسی اخوت ایمان کی بنا پر حکم دیتے ہوئے فرمایا: ''باہم حسد نہ کرو' مال کی خرید و فروخت میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ دو' ایک دوسرے سے ناراض نہ ہو' ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ' مومن' مومن کا بھائی ہے' وہ اس پر ظلم کرتا ہے نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے۔''②

صحیحین میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا: ''مومن مومن کے لئے عمارت کی مانند ہے جو ایک دوسرے کو مضبوط کرتے ہیں۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر دکھایا۔③

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حکم دیا کہ تمام مومنین ایک دوسرے کے حقوق کو ادا کریں اور ایک دوسرے سے ایسا سلوک کریں جس سے باہمی الفت' محبت اور باہمی میل جول پیدا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک دوسرے کے حقوق کی تائید ہے۔

---

① صحیح مسلم' الإمارة' باب فضیلة الأمیر العادل...... حدیث: ۱۸۲۷۔

② صحیح البخاری' النکاح' باب لا یخطب علی خطبة أخیه...... حدیث: ۱۵۴۳ مختصراً و صحیح مسلم' البر و الصلة' باب تحریم ظلم المسلم ...... حدیث: ۲۵۶۴۔

③ صحیح البخاری' الأدب' باب تعاون المؤمنین بعضهم بعضاً' حدیث: ۶۰۲۶ صحیح مسلم' البر و الصلة' باب تراحم المؤمنین ...... حدیث ۲۵۸۵۔

اہل ایمان کے حقوق میں سے ایک حق یہ ہے کہ جب وہ آپس میں کسی ایسی لڑائی میں مبتلا ہو جائیں جو دلوں میں تفرقہ، باہم ناراضی اور ایک دوسرے سے پیٹھ پھیرنے کی موجب ہو تو اہل ایمان اپنے بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کریں تاکہ ان کی باہمی دشمنی ختم ہو جائے۔

پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے عمومی تقویٰ کا حکم دیا اور قیام تقویٰ اور مومنوں کے حقوق کی ادائیگی پر رحمت کو مترتب فرمایا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ ”تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔“ اور جب اللہ تعالیٰ کی رحمت حاصل ہو جاتی ہے تو دنیا و آخرت کی ہر بھلائی حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ اہل ایمان کے حقوق کی عدم ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رحمت کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔

ان دو آیات کریمہ میں مذکورہ بالا فوائد کے علاوہ بھی بعض فوائد ہیں:

(۱) اہل ایمان کا ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا، اخوت ایمانی کے منافی ہے، اس لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

(۲) ایمان اور اخوت ایمانی، آپس کی لڑائی کے باوجود زائل نہیں ہوتے جیسے دوسرے کبیرہ گناہوں سے ایمان زائل نہیں ہوتا، جو شرک سے کم تر ہوں۔ یہ اہل سنت والجماعت کا مذہب ہے۔

(۳) یہ آیاتِ کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ مومنوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ صلح کرانا واجب ہے۔

(۴) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے خلاف لڑنا واجب ہے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف نہ لوٹ آئیں۔

(۵) نیز یہ آیات کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہیں کہ اگر باغی غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کریں یعنی وہ اس طرح رجوع کریں جس پر قائم رہنا اور اس کا التزام جائز نہ ہو، تو غیر اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں۔

(۶) یہ آیات کریمہ دلالت کرتی ہیں کہ باغیوں کے اموال معصوم ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بغاوت پر جمے رہنے کی بنا پر، ان کے اموال کی بجائے خاص طور پر ان کے خون کو مباح قرار دیا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! نہ ٹھٹھا کرے ایک قوم (دوسری) قوم سے، شاید کہ ہوں وہ (لوگ) بہتر

مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْۤا

ان سے اور نہ عورتیں ہی (ٹھٹھا کریں دوسری) عورتوں سے، شاید کہ ہوں وہ (عورتیں) بہتر ان سے اور نہ عیب لگاؤ

اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ

تم آپس میں (ایک دوسرے پر) اور نہ پکارو تم ایک دوسرے کو برے لقبوں سے برا ہے نام فسق (سے ملقب کرنا) بعد ایمان کے

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ⑪

اور جس نے توبہ نہ کی، تو وہی (لوگ) ظالم ہیں ○

یہ بھی مومنوں کے باہمی حقوق میں شمار ہوتا ہے کہ ﴿لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ﴾ ''کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔'' یعنی کسی قسم کی گفتگو اور قول و فعل کے ذریعے سے تمسخر نہ اڑائے جو مسلمان بھائی کی تحقیر پر دلالت کرتے ہوں۔ بے شک یہ تمسخر حرام ہے اور کسی طرح جائز نہیں‘ نیز یہ چیز تمسخر اڑانے والے کی خود پسندی پر دلیل ہے۔ ہوسکتا ہے جس کا تمسخر اڑایا جا رہا ہے وہ تمسخر اڑانے والے سے بہتر ہو اور غالب طور پر یہی ہوتا ہے کیونکہ تمسخر صرف اسی شخص سے صادر ہوتا ہے‘ جس کا قلب اخلاقِ بد سے لبریز ہو‘ جو ہر قسم کے اخلاق مذمومہ سے آراستہ اور اخلاق کریمہ سے بالکل خالی ہو۔ بنا بریں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''کسی شخص کے لیے اتنی ہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے بھائی کو حقیر جانے۔''①

پھر فرمایا: ﴿وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ یعنی تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی عیب چینی نہ کرے۔ (اَللَّمْزُ) قول کے ذریعے سے عیب چینی کرنا (اَلْھَمْزُ) فعل کے ذریعے سے عیب چینی کرنا۔ یہ دونوں امور ممنوع اور حرام ہیں جن پر جہنم کی آگ کی وعید سنائی گئی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ﴾ (الهمزة:١٠٤/١) ''ہلاکت ہے ہر طعن آمیز اشارے کرنے والے عیب جو کے لئے۔'' مسلمان بھائی کو اپنے مسلمان بھائی کے لئے نفس سے موسوم کیا ہے کیونکہ تمام اہل ایمان کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ جسد واحد کی مانند ہوں‘ نیز جب وہ کسی دوسرے کی عیب چینی کرے تو یہ چیز اس بات کی موجب ہوگی کہ دوسرا اس کی عیب چینی کرے‘ لہٰذا وہی اس عیب چینی کا سبب بنے گا۔

﴿وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ﴾ یعنی تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کسی ایسے لقب سے ملقب نہ کرے جس سے پکارا جانا وہ ناپسند کرتا ہے اور یہی (تَنَابُز) ''ایک دوسرے کو برا لقب دینا'' ہے۔ رہے غیر مذموم القاب‘ تو وہ اس حکم میں داخل نہیں ہیں۔ ﴿بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ﴾ ''ایمان لانے کے بعد برا نام رکھنا گناہ ہے۔'' یعنی کتنی بری ہے وہ چیز جو تم نے ایمان اور شریعت پر عمل کے بدلے حاصل کی ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی سے اعراض کے ذریعے سے فسق و عصیان کے نام کی مقتضی ہے جو کہ تنابز بالالقاب ہے۔ ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جو توبہ نہ کریں تو وہی ظالم ہیں۔'' اور یہی چیز بندے پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اپنے مسلمان بھائی سے اس کے حق کو حلال کرائے‘ اس کے لئے استغفار کرے‘ اور اس کی جو مذمت کی گئی ہے اس کے مقابلے میں اس کی مدح و ستائش کر کے اس کا حق ادا کرے ﴿وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ ''اور جس نے توبہ نہیں کی‘ تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' لوگوں کی دو اقسام ہیں: (۱) اپنی جان پر ظلم کرنے والا وہ شخص جو توبہ نہیں کرتا۔ (۲) توبہ کر کے فوز و فلاح سے بہرہ مند ہونے والا۔ ان دو

---

① صحیح مسلم‘ البر والصلة‘ باب تحریم ظلم المسلم ...... حدیث: ٢٥٦٤۔

اقسام کے سوا اور کوئی قسم نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اجتناب کرو بہت سی بدگمانیوں سے، بلاشبہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں

وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

اور نہ ایک دوسرے کی جاسوسی کرو اور نہ غیبت کرے تم میں سے کوئی دوسرے کی کیا پسند کرتا ہے (کوئی) ایک تم میں سے یہ کہ وہ کھائے گوشت

اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲﴾

اپنے بھائی کا جب کہ ہو وہ (بھائی) مردہ؟ پس تم ناپسند کرتے ہو اسکو اور ڈرو اللہ سے بلاشبہ اللہ بہت توبہ قبول کرنیوالا بڑا رحم کرنیوالا ہے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہل ایمان کے بارے میں بدگمانی سے روکا ہے، اس لیے کہ ﴿ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ﴾ ''بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔'' اس سے مراد وہ ظن و گمان ہے جو حقیقت اور قرینے سے خالی ہے مثلاً وہ بدگمانی جس کے ساتھ بہت سے اقوال بد اور افعال بد مقرون ہوتے ہیں۔ کیونکہ دل کے اندر بدگمانی کے جڑ پکڑ لینے سے، بدگمانی کرنے والا شخص صرف بدگمانی پر اکتفاء نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے بارے میں باتیں اور ایسے کام کرتا رہتا ہے جس کا کرنا مناسب نہیں، نیز یہ چیز مسلمان کے بارے میں بدگمانی، اس کے ساتھ بغض و عداوت کو متضمن ہے جس کے برعکس معاملے کا حکم دیا گیا ہے۔ ﴿ وَلَا تَجَسَّسُوْا ﴾ یعنی مسلمانوں کے پوشیدہ معاملات کی ٹوہ لگاؤ نہ ان کا پیچھا کرو۔ مسلمان کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دو اور اس کی ان لغزشوں کو نظر انداز کر دو جن کی اگر تفتیش کی جائے تو نامناسب امور ظاہر ہوں۔ ﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ﴾ ''اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو۔'' غیبت کا معنی یہ ہے، جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے بھائی کی کسی ایسی خامی کا ذکر کرے جس کے ظاہر کرنے کو وہ ناپسند کرتا ہو...... خواہ وہ خامی اس کے اندر موجود ہو۔''①

پھر اللہ تعالیٰ نے غیبت سے نفرت دلانے کے لئے مثال دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ﴾ ''کیا تم میں سے کوئی اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتا ہے؟ پس اس سے تم نفرت کرو گے۔'' اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے، جو نفوس انسانی کے لئے انتہائی ناپسندیدہ چیز ہے۔ پس جس طرح تم اپنے بھائی، خاص طور پر بے جان اور مردہ بھائی کا گوشت کھانا ناپسند کرتے ہو اسی طرح تمہیں اس کی غیبت کرنا اور زندہ حالت میں اس کا گوشت کھانے کو ناپسند کرنا چاہیے۔

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔'' (تَــوَّاب) وہ ہستی ہے جو اپنے بندے کو توبہ کا حکم دے کر اسے توبہ کی توفیق سے نوازتی ہے،

---

① صحیح مسلم، البر والصلة، باب تحریم الغیبة ...... حدیث: ۲۵۸۹۔

پھر اس کی توبہ قبول کر کے اس کی طرف متوجہ ہوتی ہے' وہ اپنے بندوں پر بہت مہربان ہے کہ اس نے ان کو اس چیز کی طرف بلایا جو ان کے لئے فائدہ مند ہے اور ان کی توبہ کو قبول فرمایا۔ اس آیت کریمہ میں غیبت سے نہایت سختی سے ڈرایا گیا ہے' نیز یہ کہ غیبت کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتی ہے کیونکہ اسے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی گئی ہے اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ

اے لوگو! بلاشبہ ہم نے پیدا کیا تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے' اور بنائے ہم نے تمہارے خاندان اور قبیلے

لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ⑬

تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو' بلاشبہ زیادہ عزت والا تم میں سے اللہ کے ہاں (وہ ہے جو) زیادہ پرہیز گار ہے تم میں سے بلاشبہ اللہ خوب جاننے والا خوب خبردار ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ اس نے بنی آدم کو ایک ہی اصل اور ایک ہی جنس سے پیدا کیا ہے تمام بنی آدم کو مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ تمام بنی آدم' حضرت آدم اور حوا علیہما السلام کی طرف لوٹتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی نسل میں سے بے شمار مردوں اور عورتوں کو پھیلایا' پھر ان کو قبیلوں اور گروہوں میں تقسیم کیا' یعنی چھوٹے بڑے قبیلوں میں تاکہ وہ ایک دوسرے کی پہچان رکھیں کیونکہ اگر ہر شخص اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھے تو وہ تعارف حاصل نہیں ہو سکتا جس پر ایک دوسرے کی مدد' باہمی تعاون' باہمی توارث اور عزیز و اقارب کے حقوق کا قیام مرتب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو قوموں اور قبیلوں میں اس لئے تقسیم کیا ہے تاکہ وہ امور حاصل ہو سکیں جو باہمی تعارف اور الحاقِ نسب پر موقوف ہیں۔ مگر عزت کا معیار تقویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ تقویٰ شعار ہے اور یہ وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والا اور گناہوں سے رکنے والا ہے۔ وہ شخص سب سے زیادہ عزت والا نہیں جس کا کنبہ قبیلہ سب سے بڑا اور سب سے زیادہ بلند حسب ونسب رکھتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے وہ جانتا ہے کہ ان میں کون ظاہر اور باطن میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اور کون اللہ تعالیٰ سے اپنے ظاہر میں ڈرتا ہے نہ باطن میں۔ پس اللہ تعالیٰ ہر ایک کو ایسی جزا دے گا جس کا وہ مستحق ہے۔ یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسب ونسب کی معرفت مطلوب اور مشروع ہے کیونکہ اسی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے قوم اور قبیلے بنائے۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا

کہا دیہاتیوں نے ہم ایمان لائے' کہہ دیجیے! نہیں ایمان لائے تم اور لیکن تم کہو ہم اسلام لائے' اور ابھی تک نہیں

يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ

داخل ہوا ایمان تمہارے دلوں میں اور اگر تم اطاعت کرو اللہ اور اس کے رسول کی (تو) نہیں کم کرے گا وہ

مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٤﴾ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ

تمہارے اعمال (کی جزا) سے کچھ بھی' بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے ○ یقیناً (سچے) مومن (تو) وہ ہیں جو

اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

ایمان لائے ساتھ اللہ اور اسکے رسول کے' پھر نہ شک کیا انہوں نے' اور جہاد کیا انہوں نے ساتھ اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ﴿١٥﴾ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ ؕ

اللہ کی راہ میں' یہی لوگ سچے (مومن) ہیں ○ کہہ دیجیے: کیا تم خبر دیتے ہو اللہ کو اپنے دین کی؟

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١٦﴾

اور اللہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے' اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے ○

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ

وہ (دیہاتی) احسان جتاتے ہیں آپ پر یہ کہ وہ مسلمان ہوئے' کہہ دیجیے: نہ احسان جتاؤ تم مجھ پر اپنے اسلام (لانے) کا' بلکہ اللہ احسان فرماتا ہے

عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ

تم پر یہ کہ اس نے ہدایت دی تمہیں ایمان کی اگر ہو تم سچے ○ بلاشبہ اللہ جانتا ہے

غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨﴾ ع

چھپی باتیں آسمانوں اور زمین کی' اور اللہ خوب دیکھنے والا ہے اس کو جو تم عمل کرتے ہو ○

ع ۲ ۱۴

اللہ تبارک وتعالیٰ بعض ان عرب دیہاتیوں کے قول کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے عہد میں کسی بصیرت کے بغیر اسلام میں داخل ہوئے اور ان امور کو قائم نہ کیا جن کا قیام واجب اور جن کے قیام کا تقاضا ایمان کرتا ہے اور اس کے باوجود انھوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ''ہم ایمان لائے''یعنی کامل ایمان جو تمام امور کو پورا کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو حکم دیا کہ وہ ان کے اس قول کی تردید کردیں' چنانچہ فرمایا: ﴿قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا﴾ یعنی کہہ دیجیے: تم اپنے لئے ظاہری اور باطنی طور پر کامل مقام ایمان کا دعوی نہ کرو ﴿وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا﴾ ''لیکن کہو ہم اسلام لائے۔''یعنی ہم اسلام میں داخل ہوگئے اور اسی پر اکتفا کرو۔ ﴿وَ﴾ ''اور''اس کا سبب یہ ہے کہ ﴿لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ تم نے تو محض کسی خوف یا کسی امید وغیرہ کی بنا پر اسلام قبول کیا ہے' جو تمہارے ایمان کا سبب ہے' اس لئے ایمان کی بشاشت ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ سے مراد ہے کہ جب تم سے یہ کلام صادر ہوا اس وقت تک تمہارے دلوں میں ایمان داخل نہیں ہوا تھا' اس آیت کریمہ میں ان کے بعد کے احوال کی طرف اشارہ ہے کیونکہ ان میں سے بہت سے لوگ ایسے بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے حقیقی ایمان سے بہرہ مند اور جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت سے سرفراز فرمایا۔

﴿وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ﴾ اور اگر تم کسی فعلِ خیر اور اجتنابِ شر کے ذریعے سے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہو ﴿لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا﴾ تو وہ تمہارے اعمال میں ذرہ بھر کمی نہیں کرے گا بلکہ تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا اور تم اپنا کوئی چھوٹا یا بڑا عمل غیر موجود نہیں پاؤ گے ﴿اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ یقیناً اللہ تعالیٰ اس شخص کے گناہ بخش دیتا ہے جو توبہ کر کے اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور وہ اس پر نہایت مہربان ہے کہ اس نے اس کی توبہ قبول کی۔

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی حقیقی مومن ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ وہ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول پر ایمان اور اللہ کے راستے میں جہاد کو یکجا کیا اور جس نے کفار کے ساتھ جہاد کیا تو یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ اس کے دل میں کامل ایمان ہے کیونکہ جو کوئی اسلام ایمان اور اللہ تعالیٰ کے دین کو قائم کرنے کے لئے دوسروں سے جہاد کرتا ہے تو اس کا اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ نیز اس لئے بھی کہ جو کوئی جہاد کی قوت نہیں پاتا تو یہ اس کے ایمان کی کمزوری کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کے لئے عدم شک و ریب کی شرط عائد کی ہے کیونکہ ایمان نافع سے مراد ہے اس معاملے میں قطعی یقین سے بہرہ ور ہونا، جس پر اللہ تعالیٰ نے ایمان رکھنے کا حکم دیا ہے، جس میں کسی لحاظ سے بھی شک و شبہ کا شائبہ نہ ہو۔

﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ ”یہی لوگ سچے ہیں“ یعنی جنہوں نے اعمال جمیلہ کے ذریعے سے اپنے ایمان کی تصدیق کی، کیونکہ ہر معاملے میں صدق ایک بڑا دعویٰ ہے، جس میں صاحبِ صدق کسی دلیل و برہان کا محتاج ہوتا ہے اور ایمان کا دعویٰ تو سب سے بڑا دعویٰ ہے، جس پر بندے کی سعادت ابدی کامیابی اور سرمدی فلاح کا دار و مدار ہے۔ پس جو کوئی ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے واجبات و لوازم کو قائم کرتا ہے۔ وہی حقیقی اور سچا مومن ہے۔ اور جو کوئی ایسا نہیں تو وہ اپنے دعوے میں سچا نہیں اور اس کے اس دعوائے ایمان کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ ایمان دل کے اندر ہے جسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس لئے ایمان کا اثبات کرنا یا اس کی نفی کرنا، گویا دل میں جو کچھ ہے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں بے ادبی اور بدظنی ہے۔

﴿قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ ”کہہ دیجیے: کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین داری سے آگاہ کر رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے، بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔“ یہ تمام اشیاء کو شامل ہے اور دل کے اندر جو ایمان اور کفر، نیکی اور بدی ہوتی ہے وہ بھی اسی میں داخل ہے اور اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ جانتا ہے اور وہ اس کی جزا دے گا۔ اگر اچھا عمل ہوگا تو اچھی جزا ہوگی اور برا عمل ہوگا تو بری جزا ہوگی۔ یہ اس شخص کا حال ہے جو ایمان کا دعویٰ کرتا ہے حالانکہ اس میں ایمان نہیں ہوتا۔ یہ دعویٰ یا تو اللہ تعالیٰ کو آگاہ کرنے کے لئے ہے دراں حالیکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے

آ گاہ ہے یا اس کلام کا مقصد رسول اللہ ﷺ پر احسان کا اظہار ہے کہ انہوں نے جو کچھ کیا ہے اس میں ان کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ ہی کو اس کا دنیاوی فائدہ حاصل ہوا ہے۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایسے معاملے سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا ہے جس سے آراستہ نہیں ہوا جا سکتا اور ایسے معاملے پر فخر کرنا ہے جو قابل فخر نہیں' کیونکہ احسان اور نوازش کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کو تخلیق کیا اور رزق عطا کیا' ان کو ظاہری اور باطنی نعمتوں سے نوازا۔ پس یہ اس کی عنایت اور احسان ہے کہ اس نے اسلام کی طرف ان کی راہ نمائی کی اور یہ اس کا احسان ہے کہ اس ایمان سے ان کو سرفراز فرمایا جو ہر چیز سے افضل ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اپنے مسلمان ہونے کا آپ پر احسان جتاتے ہیں، آپ کہہ دیجیے کہ اپنے مسلمان ہونے کا احسان مجھ پر نہ رکھو' بلکہ دراصل اللہ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں ایمان کی ہدایت کی' اگر تم راست گو ہو۔'' ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ اللہ تعالیٰ ان تمام امور کو جانتا ہے جو کائنات کے اندر چھپے ہوئے اور مخلوق سے مخفی ہیں' جو سمندروں کی موجوں میں' بیابانوں کی سختیوں میں' رات کے اندھیروں میں اور دن کی روشنیوں میں ہیں۔ وہ بارش کے قطروں' ریگزاروں کے ذروں' سینوں کے بھیدوں اور تمام چھپے ہوئے امور کو جانتا ہے۔ فرمایا: ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ﴾ (الأنعام: ٦/٥٩) ''اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر اللہ اسے جانتا ہے' زمین کی تاریکیوں میں پڑا ہوا ایک دانہ بھی اللہ کے علم میں ہے خشک یا تر کوئی ایسی چیز نہیں جو ایک بیان کرنے والی کتاب کے اندر درج نہ ہو۔''

﴿وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ ان اعمال کو دیکھتا ہے جن کا تم ارتکاب کرتے ہو۔'' وہ تمہارے اعمال کو شمار کرتا ہے' وہ تمہیں پورے پورے لوٹائے گا اور اپنی بے پایاں رحمت اور حکمتِ بالغہ کے تقاضوں کے مطابق تمہیں ان اعمال کی جزا دے گا۔

تفسیر سورۃ ق

سورۃ ق (۵۰) مکیۃ (۳۴)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

آیاتھا ۴۵ رکوعاتھا ۳

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ① بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ

قٓ! قسم ہے قرآن مجید کی ○ بلکہ انہوں نے تعجب کیا کہ آیا ان کے پاس ایک ڈرانے والا انہی میں سے' تو کہا

الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ

کافروں نے یہ ایک عجیب چیز ہے○ کیا جب ہم مرجائیں گے اور ہو جائیں گے ہم مٹی (تو کیا ہم اٹھائے جائیں گے؟) یہ واپسی تو

بَعِيْدٌ ﴿۳﴾ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ﴿۴﴾

بہت بعید ہے○ تحقیق ہمیں علم ہے جو کچھ کم کرتی ہے زمین ان میں سے اور ہمارے پاس ایک کتاب ہے (ہر چیز کی) حفاظت کرنیوالی○

اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن مجید کی قسم کھاتا ہے یعنی اس کے معانی بہت وسیع، عظیم اور اس کے پہلو بے شمار ہیں، اس کی برکات بے پایاں اور اس کی عنایات بہت زیادہ ہیں۔ (مَـجْـد) کا معنی ہے اوصاف کی وسعت اور ان کی عظمت۔ (مَـجْـد) سے موصوف ہونے کا سب سے زیادہ مستحق کلام اللہ یعنی قرآن ہے جو اولین و آخرین کے علوم پر مشتمل ہے، جس کی فصاحت کامل ترین، جس کے الفاظ عمدہ ترین اور جس کے معانی عام اور حسین ترین ہیں۔ یہ اوصاف اس کی کامل اتباع، اس کی فوری اطاعت اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان پر شکر کے موجب ہیں۔

مگر اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتے بنا بریں فرمایا: ﴿بَلْ عَجِبُوْٓا﴾ یعنی رسول مصطفیٰ ﷺ کو جھٹلانے والے تعجب کرتے ہیں ﴿اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ﴾ ”کہ ان کے پاس انھی میں سے ایک متنبہ کرنے والا آیا“ جو انہیں ایسے امور کے بارے میں متنبہ کرتا ہے جو انہیں نقصان دیتے ہیں اور وہ انہیں ایسے امور کا حکم دیتا ہے جو انہیں فائدہ دیتے ہیں اور وہ خود ان کی جنس سے ہے جس سے علم حاصل کرنا، اس کے احوال اور اس کی صداقت کے بارے میں معرفت حاصل کرنا ممکن ہے۔ لہٰذا انہوں نے ایک ایسے امر پر تعجب کیا جس پر تعجب کرنا ان کے لئے مناسب نہیں بلکہ اس پر تعجب کرنے والی عقل پر تعجب کرنا چاہئے۔

﴿فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ ”کافر کہنے لگے۔“ جس نے ان کو اس تعجب پر آمادہ کیا ہے وہ ان کی ذہانت اور عقل کی کمی نہیں بلکہ ان کا کفر اور تکذیب ہے۔ ﴿هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ﴾ یہ بڑی انوکھی چیز ہے۔ ان کا اس کو انوکھا اور نادر سمجھنا دو امور میں سے کسی ایک پر مبنی ہے۔

(۱) یا تو وہ اپنے تعجب اور اسے انوکھا سمجھنے میں سچے ہیں، تب یہ چیز ان کی جہالت اور کم عقلی پر دلالت کرتی ہے، اس پاگل اور مجنون شخص کی مانند، جو عقل مند شخص کے کلام پر تعجب کرتا ہے، اس بزدل شخص کی مانند جو شہسوار کے شہسواروں کے ساتھ بھڑ جانے پر تعجب کرتا ہے اور اس کنجوس کی مانند جو سخی لوگوں کی سخاوت پر تعجب کرتا ہے، جس کا یہ حال ہو اس کے تعجب کرنے سے کون سا نقصان ہے؟ کیا اس کا تعجب اس کی بہت زیادہ جہالت اور اس کے ظلم کی دلیل نہیں؟

(۲) یا ان کا تعجب اس لحاظ سے ہے کہ وہ اس بارے میں اپنی غلطی کو جانتے ہیں، تب یہ سب سے بڑا اور بدترین ظلم ہے۔

پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے تعجب کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ﴾ ''بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے (تو کیا پھر زندہ ہوں گے) یہ زندہ ہونا بعید ہے۔'' انہوں نے اس ہستی کی قدرت کو' جو ہر چیز پر قادر اور ہر لحاظ سے کامل ہے' محتاج بندے کی قدرت پر قیاس کیا ہے جو ہر لحاظ سے عاجز ہے اور جاہل کو' جسے کسی چیز کا علم نہیں' اس ہستی پر قیاس کیا ہے جو ہر چیز کا علم رکھتی ہے اور برزخ میں قیام کی مدت کے دوران' زمین ان کے اجساد میں جو کمی کرتی ہے' وہ اسے بھی جانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی کتاب میں درج کر رکھا ہے یعنی جو کچھ ان کی زندگی اور موت میں ان کے ساتھ وقوع پذیر ہو گا' اس کے بارے میں یہ کتاب ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کامل اور وسیع علم کے ذریعے سے' جس کا اس کے سوا اور کوئی احاطہ نہیں کر سکتا' اس کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت پر استدلال ہے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ⑤

بلکہ انہوں نے جھٹلایا حق کو جب وہ آیا ان کے پاس' پس وہ ایک الجھے ہوئے معاملے میں ہیں ○

﴿بَلْ﴾ ''بلکہ'' ان کا وہ کلام جو ان سے صادر ہوا ہے' محض اس حق کے ساتھ ان کا عناد اور تکذیب ہے جو صدق کی بلند ترین نوع ہے۔ ﴿لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ﴾ ''جب وہ ان کے پاس آیا تو وہ ایک الجھاؤ میں پڑ گئے۔'' یعنی وہ ایک مختلف اور مشتبہ معاملے میں پڑے ہوئے ہیں' کسی چیز پر انہیں ثبات حاصل ہے نہ قرار۔ کبھی تو آپ کے بارے میں الزام تراشی کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''تو جادوگر ہے'' کبھی کہتے ہیں: ''تو پاگل ہے'' اور کبھی کہتے ہیں: ''تو شاعر ہے'' اسی طرح انہوں نے قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا' ہر کسی نے اپنی فاسد رائے کے تقاضے کے مطابق اس میں کلام کیا۔ اسی طرح ہر وہ شخص جس نے حق کی تکذیب کی' وہ مشتبہ معاملے میں پڑا ہوا ہے' اسے کوئی راہ سجھائی دیتی ہے نہ قرار آتا ہے' اس لئے تو اس کے معاملات کو باہم متناقض اور افک و بہتان پر مبنی پائے گا۔ جو کوئی حق کی اتباع اور اس کی تصدیق کرتا ہے' اس کا معاملہ درست اور اعتدال کی راہ پر ہوتا ہے' اس کا فعل اس کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔

اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ⑥

کیا پس نہیں دیکھا انہوں نے آسمان کی طرف اپنے اوپر (کہ) کیسا بنایا ہم نے اسکو اور ہم نے مزین کیا اسے اور نہیں اس میں کوئی شگاف؟ ○

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ⑦ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ⑧ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور زمین کو' پھیلایا ہم نے اسے' اور ڈال (گاڑ) دیے ہم نے اس میں مضبوط پہاڑ' اور ہم نے اگائی اس میں ہر ایک قسم خوشنما ○ بطور بصیرت اور نصیحت کے ہر اس شخص کے لیے جو رجوع کرنے والا ہے ○ اور نازل کیا ہم نے آسمان سے پانی

مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۙ﴿۹﴾ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ

بابرکت' پھر ہم نے اگائے اس کے ذریعے سے باغات اور اناج (اور غلے) کاٹی جانیوالی (کھیتی) کے ○ اور کھجوریں بلند و بالا' ان کے شگوفے ہیں

نَّضِيْدٌ ۙ﴿۱۰﴾ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴿۱۱﴾

تہ بہ تہ ○ روزی کیلئے بندوں کی اور ہم نے زندہ کیا اس (پانی) کے ذریعے سے ایک شہر مردہ (بنجر زمین) کو' اسی طرح (قبروں سے) نکلنا ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہلِ تکذیب کا حال اور ان کے قابل مذمت افعال کا ذکر کرنے کے بعد انہیں آیات آفاقیہ میں غور وفکر کرنے کی دعوت دی ہے تاکہ عبرت حاصل کریں اور ان امور پر استدلال کریں جن کے لئے ان کو دلیل بنایا ہے' فرمایا: ﴿ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ ﴾ ''کیا انہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نہیں دیکھا؟'' یعنی غور وفکر کی یہ نظر کسی مشقت اور سامان سفر باندھنے کی محتاج نہیں بلکہ بہت آسان ہے۔ وہ دیکھیں ﴿ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا ﴾ کہ ہم نے اسے کیسے ایک گنبد بنایا' جو اپنے کناروں پر برابر اور مضبوط بنیاد رکھتا ہے' جسے ان ستاروں سے آراستہ کیا گیا ہے جو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور چلتے چلتے غائب ہو جاتے ہیں' جو ایک افق سے دوسرے افق تک اپنے حسن اور ملاحت میں انتہا کو پہنچا ہوا ہے' تو اس میں کوئی سوراخ دیکھے گا نہ شگاف اور نہ تجھے اس میں کوئی خلل نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اہل زمین کے لئے چھت بنایا ہے اور اس کے اندر ان کے لئے ضروری مصالح ودیعت کیے ہیں۔

﴿ وَ ﴾ ''اور'' طرف ﴿ الْاَرْضَ ﴾ ''زمین کی'' دیکھیں کہ کیسے ﴿ مَدَدْنٰهَا ﴾ ''ہم نے اسے کشادہ بنایا ہے؟'' حتیٰ کہ ہر حیوان کے لئے سکون و قرار اور اس کے تمام مصالح اور استعداد کو ممکن بنایا اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا کہ وہ نہ ہلے اور ٹھہری رہے ﴿ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ﴾ انسانوں اور جانوروں کی خوراک اور ان کے فائدے کے لئے نباتات کی اصناف میں سے ہر صنف اگائی' جو دیکھنے والوں کو بھلی لگتی اور خوش کرتی ہے اور اس کا نظارہ کرنے والے کی آنکھ ٹھنڈی ہوتی ہے اور ان فوائد میں سے ان باغات کا خاص طور پر ذکر کیا جو لذیذ پھلوں پر مشتمل ہوتے ہیں' مثلاً انگور' انار' لیموں اور سیب وغیرہ اور دیگر پھلوں کی تمام اقسام' نیز کھجور کے لمبے لمبے درخت' جن کا فائدہ بھی بہت طویل اور دیرپا ہوتا ہے' جو آسمان میں اتنے بلند ہو جاتے کہ بہت سے درخت اس بلندی تک نہیں پہنچ سکتے۔ وہ تہ بہ تہ گابھے میں سے گچھوں کی صورت میں ایسا پھل نکالتے ہیں جو بندوں کے لئے رزق' خوراک' سالن اور میوہ ہے۔ جسے وہ کھاتے ہیں اور اپنے اور اپنے مویشیوں کے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اس بارش اور ان عوامل کے ذریعے سے' جس کے نتیجے میں روئے زمین پر دریا بہتے ہیں اور اس کے نیچے ﴿ حَبَّ الْحَصِيْدِ ﴾ کھیتی کا اناج ہوتا ہے' یعنی وہ کھیتی جسے پکنے پر کاٹا جاتا ہے' مثلاً گیہوں' جو' مکئی' چاول اور باجرہ وغیرہ' کیونکہ ان اشیاء میں غور وفکر کرنے میں ﴿ تَبْصِرَةً ﴾ ''ہدایت ہے'' جس کے ذریعے

سے بندہ جہالت کے اندھے پن میں بصیرت حاصل کرتا ہے ﴿ وَذِكْرٰى ﴾ ’’اور یاددہانی ہے‘‘ جس سے بندہ نصیحت حاصل کرتا ہے جو دین و دنیا میں اسے فائدہ دیتی ہے اور اس کے ذریعے سے وہ ان امور میں نصیحت حاصل کرتا ہے‘ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے خبر دی ہے اور اس سے ہر شخص بہرہ مند نہیں ہوتا بلکہ ﴿ لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ﴾ صرف وہی بندہ بہرہ مند ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والا‘ محبت اور خوف و رجا کے ساتھ اس کی طرف توجہ کرنے والا اور اس کے داعی کی آواز پر لبیک کہنے والا ہے۔ رہا وہ شخص جو اس نصیحت کو جھٹلاتا اور اس سے روگردانی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں اور تنبیہ کرنے والے اسے کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ اس زمین پر جو بڑی بڑی مخلوق‘ قوت‘ اور شدت کا وجود ملتا ہے‘ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کی دلیل ہے اور اس میں جو حسن‘ مہارت‘ نادر صنعت کاری اور بے مثال تخلیق پائی جاتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔ اس کے اندر بندوں کے لئے جو فوائد اور مصالح پنہاں ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت ہے جو ہر چیز پر وسیع اور اس کے جود و کرم کی دلیل ہے‘ جو ہر زندہ کے لئے عام اور سب کو شامل ہے۔ اس کے اندر جو بڑی بڑی مخلوق اور بے مثال نظام ہے وہ اس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی واحد‘ یکتا اور بے نیاز ہے‘ جس کی کوئی بیوی ہے نہ بیٹا اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہی ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جس کے سوا کوئی عبادت تذلل‘ اور محبت کے لائق نہیں۔ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد جو اسے زندگی عطا ہوتی ہے وہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا تاکہ ان کو ان کے اعمال کا بدلہ دے‘ اس لئے فرمایا: ﴿ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ﴾ ’’اور ہم نے اس (پانی) کے ذریعے سے مردہ شہر کو زندہ کیا بس اسی طرح (قیامت کے دن) نکل پڑنا ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ نے ان کو سماوی اور ارضی آیات کے ذریعے سے نصیحت کرنے کے بعد قوموں کو گرفت میں لینے والے عذاب سے ڈرایا کہ وہ تکذیب کے رویے پر جمے نہ رہیں‘ ورنہ ان پر بھی وہی عذاب ٹوٹ پڑے گا جو ان کے تکذیب کرنے والے بھائیوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ فرمایا:

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۱۲ۙ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ

جھٹلایا ان سے پہلے قوم نوح نے اور رَسّ (کنویں) والوں نے اور ثمود نے ○ اور عاد اور فرعون اور برادران

لُوْطٍ ۱۳ۙ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۱۴ اَفَعَيِيْنَا

لوط نے ○ اور ایکہ (بستی) والوں اور قوم تُبّع نے‘ (ان) سب نے جھٹلایا رسولوں کو تو ثابت ہو گئی (ان پر) میری وعید ○ کیا پس ہم تھک گئے ہیں

بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۱۵ؑ

پہلی بار پیدا کرکے؟ (نہیں) بلکہ وہ شک میں ہیں پیدا کرنے سے از سر نو ○

ع ۱ ۱۵

یعنی ان سے پہلے گزری ہوئی قوموں نے بھی اپنے انبیائے عظام اور مرسلین کرام کو جھٹلایا' جیسے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے جھٹلایا' ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی' عاد نے ہود علیہ السلام کو جھٹلایا' لوط کی قوم نے لوط علیہ السلام کو اور اصحاب ایکہ نے شعیب علیہ السلام کو جھوٹا سمجھا۔ زمانہ اسلام سے قبل یمن کے ہر بادشاہ کو (تُبّع) کہا جاتا تھا' چنانچہ تبع کی قوم نے اپنے رسول کی تکذیب کی جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آگاہ نہیں فرمایا کہ وہ رسول کون تھا اور اسے کس (تُبّع) کے زمانے میں مبعوث کیا گیا؟ کیونکہ...... واللہ اعلم...... وہ رسول عربوں میں مشہور اور معروف تھا اور عرب میں پیش آنے والے واقعات ان سے چھپے ہوئے نہ تھے' خاص طور پر اس قسم کے عظیم حادثے سے وہ بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ پس ان تمام قوموں نے ان رسولوں کو جھٹلایا جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث کیا تھا۔ پس اس پاداش میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی وعید اور اس کی سزا واجب ہوگئی۔

حضرت محمد ﷺ کو جھٹلانے والو! تم ان گزری ہوئی قوموں سے بہتر ہو نہ گزرے ہوئے رسول تمہارے رسول ﷺ سے بہتر ہیں' اس لئے ان کے جرم سے بچو ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی وہی عذاب نازل ہو جائے جو ان قوموں پر نازل ہوا تھا۔ پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے تخلیقِ اول یعنی ابتدائی پیدائش کے ذریعے سے آخرت کی تخلیق پر استدلال کیا۔ پس جس طرح اللہ تعالیٰ ان کو عدم کے بعد وجود میں لایا اسی طرح وہ ان کے مرنے اور ان کے مٹی ہو جانے کے بعد انہیں دوبارہ زندگی عطا کرے گا۔ اس لیے فرمایا: ﴿ اَفَعَيِيْنَا ﴾ کیا ہم بے بس ہو گئے اور ہماری قدرت کمزور پڑ گئی ﴿ بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ﴾ ''پہلی بار پیدا کر کے۔'' معاملہ ایسا نہیں ہے' ہم ایسا کرنے سے عاجز ہیں نہ بے بس اور انہیں اس بارے میں کوئی شک بھی نہیں' وہ تو تخلیق جدید کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں اور اس کا معاملہ ان پر ملتبس ہو کر رہ گیا ہے' حالانکہ یہ التباس کا مقام نہیں کیونکہ اعادہ ابتدا سے زیادہ سہل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ﴾ (الروم: ۳۰/۲۷) ''وہی ہے جو تخلیق کی ابتدا کرتا ہے پھر وہ اس کا اعادہ کرے گا اور وہ اس کے لئے آسان تر ہے۔''

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

اور البتہ تحقیق ہم نے پیدا کیا انسان کو اور ہم جانتے ہیں انکو جو باتیں کرتا ہے اس (انسان) سے اسکا دل اور ہم قریب تر ہیں اس سے

اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ⑯ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ⑰

(اسکی) شہ رگ سے بھی ○ جب ضبط کرتے ہیں دو ضبط کرنے والے (ایک) دائیں پہلو میں (بیٹھا ہوا) اور (دوسرا) بائیں پہلو میں بیٹھا ہوا ○

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ⑱

نہیں بولتا وہ (انسان) کوئی بات مگر اس کے پاس ہوتا ہے ایک نگران (فرشتہ) تیار (لکھنے کے لیے) ○

اللہ تبارک و تعالیٰ آگاہ فرماتا ہے کہ انسان کی جنس مرد اور عورت کو پیدا کرنے میں وہ تنہا ہے۔ وہ انسان کے

تمام احوال کو، جنہیں وہ چھپاتا ہے اور اس کا نفس اسے وسوسے میں مبتلا کرتا ہے، خوب جانتا ہے اور وہ ﴿اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ﴾ ”اس کی رگِ جاں سے بھی زیادہ اس کے قریب ہے۔“ جو انسان کے سب سے زیادہ قریب والی رگ ہے۔ اس سے مراد وہ رگ ہے جس نے سینے کے گڑھے کا احاطہ کر رکھا ہے۔ یہ چیز انسان کو اپنے خالق کے مراقبے کی دعوت دیتی ہے، جو اس کے ضمیر اور اس کے باطن سے مطلع ہے اور اس کے تمام احوال میں اس کے قریب والی رگ ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ ایسے کام کے ارتکاب سے حیا کرے جس کام سے اللہ نے اس کو روکا ہے، اس لیے کہ اللہ اس کو دیکھتا ہے، اور جس کام کا اللہ نے حکم دیا ہے اسے ترک نہ کرے۔

اسی طرح اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں ”کراماً کاتبین“ کا لحاظ رکھے، ان کی عزت و توقیر کرے، وہ کسی ایسے قول و فعل سے بچے جو اس کی طرف سے لکھ لیا جائے جس سے رب کائنات راضی نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ﴾ ”جب دو لکھنے والے لکھ لیتے ہیں۔“ یعنی بندے کے تمام اعمال درج کر رہے ہیں ﴿عَنِ الْيَمِيْنِ﴾ دائیں جانب کا فرشتہ نیکیاں لکھتا ہے اور دوسرا فرشتہ ﴿عَنِ الشِّمَالِ﴾ بائیں جانب سے برائیاں لکھتا ہے اور ان میں سے ہر ایک ﴿قَعِيْدٌ﴾ یہ کام کرنے کے لئے بیٹھا ہوا اور اپنے اس عمل کے لئے مستعد ہے، جس کے لئے اسے مقرر کیا گیا ہے یعنی اس کام میں لگا ہوا ہے۔

﴿مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ﴾ وہ خیر یا شر کا جو بھی لفظ بولتا ہے ﴿اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ﴾ تو ایک نگران موجود ہوتا ہے جو اس کے پاس ہر حال میں موجود رہتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ﴾ (الانفطار: ۸۲/۱۰-۱۲) ”اور بے شک تم پر نگہبان مقرر ہیں، بلند مرتبہ کاتب، جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں۔“

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ⑲ وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ۭ

اور (سامنے) لے آتی ہے سختی موت کی حق کو یہ وہ (موت) ہے کہ تھا تو اس سے بھاگتا ○ اور پھونکا جائے گا صور میں،

ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ⑳ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ㉑ لَقَدْ كُنْتَ

یہ ہے دن وعید کا ○ اور آئے گا ہر نفس، اس کے ساتھ ہو گا ایک ہانکنے والا اور ایک شہادت دینے والا ○ البتہ تحقیق تھا تو

فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ㉒

غفلت میں اس سے سو کھول (ہٹا) دیا ہم نے تجھ سے پردہ تیرا، پس تیری نگاہ آج بڑی تیز ہے ○

﴿وَجَآءَتْ﴾ ”اور آئی“ یعنی اس غافل اور آیاتِ الٰہی کی تکذیب کرنے والے کے پاس ﴿سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ﴾ ”موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ“ جس سے لوٹنا اور بچنا ممکن نہیں۔ ﴿ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ یہ وہی چیز ہے جس سے پیچھے ہٹتے اور اس سے دور بھاگتے تھے۔

﴿وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ﴾ ”اور صور میں پھونکا جائیگا‘ یہی وعید کا دن ہے۔“ یہ وہ دن ہے جس دن ظالموں کو عذاب دیا جائے گا‘ جس کا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور مومنوں کو ثواب عطا کیا جائے گا جس کا اس نے ان کے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ ﴿وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ﴾ ”اور ہر شخص آئے گا‘ ایک اس کے ساتھ چلانے والا ہوگا۔“ جو اسے قیامت کے میدان کی طرف ہانک کر لے جائے گا یہ اس سے بچ کر پیچھے نہیں رہ سکے گا ﴿وَشَهِيْدٌ﴾ ”اور ایک گواہ ہوگا“ جو اس کے اچھے برے اعمال کی گواہی دے گا۔ یہ چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندوں کی طرف اعتناء اور اس کی طرف سے ان کے اعمال کی حفاظت اور نہایت عدل وانصاف سے اس کو جزا وسزا دینے پر دلالت کرتی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ بندہ اس کا اہتمام کرے۔

مگر اکثر لوگ غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں‘ اس لئے فرمایا: ﴿لَقَدْ كُنْتَ فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا﴾ ”اس سے تو غافل ہو رہا تھا۔“ یہ بات قیامت کے روز روگردانی کرنے والے اور انبیاء ورسل کو جھٹلانے والے کو زجر وتوبیخ‘ ملامت اور عتاب کے طور پر کہی جائے گی‘ یعنی تو اس دن کو جھٹلایا کرتا تھا اور اس دن کے لئے عمل نہ کرتا تھا‘ پس اب ﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ﴾ ”ہم نے تجھ سے پردہ ہٹا دیا“ جس نے تیرے دل کو ڈھانپ رکھا تھا جس کی بنا پر تو کثرت سے سوتا تھا اور اپنی روگردانی پر جما ہوا تھا۔ ﴿فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ﴾ ”پس آج تیری نگاہ تیز ہے۔“ وہ مختلف قسم کے عذاب اور سزاؤں کو دیکھے گا جو اسے ڈرا رہی ہونگی اور گھبراہٹ میں مبتلا کر رہی ہونگی۔ یا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے سے خطاب ہے‘ کیونکہ دنیا میں وہ ان فرائض سے غافل تھا جن کے لئے اس کو تخلیق کیا گیا تھا مگر قیامت کے روز وہ بیدار ہوگا‘ اس کی غفلت دور ہو جائے گی اور یہ سب ایسے وقت میں ہوگا جب کوتاہی کا تدارک اور ناکامی کی تلافی ممکن نہ ہوگی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم دن کو اہل تکذیب کے ساتھ سلوک کے ذکر کے ذریعے سے بندوں کے لئے تخویف اور ترہیب ہے۔

وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ (٢٣) اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ (٢٤)

اور کہے گا اسکا ساتھی (فرشتہ) ‘یہ ہے وہ (روزنامچہ) جو میرے پاس تیار ہے ○ (حکم ہوگا) ڈال دو تم دونوں جہنم میں ہر کافر سرکش کو ○

مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ (٢٥) الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ

بھلائی سے منع کرنیوالے کو حد سے نکلنے والے (دین میں) شک کرنیوالے کو ○ وہ جس نے بنالیا تھا اللہ کیساتھ معبود دوسرا پس ڈال دو تم دونوں اسکو

فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ (٢٦) قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍۢ

عذاب شدید میں ○ کہے گا اسکا ساتھی (شیطان) ‘اے ہمارے رب! نہیں سرکش بنایا تھا میں نے اسکو اور لیکن تھا وہ (خود ہی) گمراہی میں

بَعِيْدٍ (٢٧) قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ (٢٨)

دور کی ○ وہ (اللہ) فرمائے گا‘ نہ جھگڑا کرو تم میرے پاس حالانکہ میں پہلے ہی بھیج چکا تھا تمہاری طرف وعید (وعدۂ عذاب) ○

ع ۱۴ ۱۶

مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۲۹﴾ ع

نہیں تبدیل کی جاتی بات میرے ہاں، اور نہیں میں ظلم کرنے والا بندوں پر ○

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَقَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ اس جھٹلانے اور روگردانی کرنے والے کا فرشتوں میں سے وہ ساتھی، جس کو اللہ تعالیٰ نے اس کی اور اس کے اعمال کی حفاظت کے لئے مقرر کیا ہے، قیامت کے روز اس کے سامنے موجود ہوگا اور اس کے اعمال کو اس کے سامنے پیش کرے گا اور کہے گا: ﴿هٰذَا مَا لَدَيَّ عَتِيْدٌ﴾ ''یہ (اعمال نامہ) میرے پاس حاضر ہے۔'' یعنی میں نے وہ سب کچھ پیش کر دیا ہے جس کی حفاظت اور اس کے عمل کو محفوظ رکھنے پر مجھے مقرر کیا گیا تھا پس اب اس کے عمل کی جزا دی جائے گی۔ جو کوئی جہنم کا مستحق ہوگا اس سے کہا جائے گا: ﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ ''ہر ناشکرے، سرکش کو جہنم میں ڈال دو۔'' یعنی جو بہت زیادہ کفر کرنے والا، آیات الٰہی سے عناد رکھنے والا، بہت کثرت سے گناہوں کا ارتکاب کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کے محارم اور معاصی میں جسارت کرنے والا ہے۔

﴿مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ﴾ ''بھلائی سے روکنے والا۔'' اس کے پاس جو بھلائی موجود ہے وہ اسے روکتا ہے، جس میں سے سب سے بڑی بھلائی اللہ تعالیٰ اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان ہے اور وہ اپنے مال اور بدن کے فائدے کو (لوگوں تک پہنچنے سے) روکتا ہے ﴿مُعْتَدٍ﴾ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر زیادتی کرنے والا اور اس کی حدود سے تجاوز کرنے والا ہے ﴿مُّرِيْبٍ﴾ اللہ تعالیٰ کے وعدے اور وعید میں شک کرنے والا ہے۔ اس میں کوئی ایمان ہے نہ احسان، بلکہ اس کا وصف کفر و عدوان، شک و ریب، بخل اور رحمٰن کو چھوڑ کر خود ساختہ معبودوں کی عبادت کرنا ہے، بنا بریں فرمایا: ﴿الَّذِيْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ﴾ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کرتا ہے جو کسی نفع و نقصان، زندگی اور موت اور مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنے کا کوئی اختیار نہیں رکھتے۔ ﴿فَاَلْقِيٰهُ﴾ اس کے دونوں ساتھی فرشتو! اس کو ڈال دو ﴿فِي الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ﴾ ''سخت عذاب میں۔'' جو سب سے بڑا، سب سے سخت اور سب سے برا عذاب ہے۔

﴿قَالَ قَرِيْنُهٗ﴾ اس کا شیطان ساتھی اس سے بری الذمہ ہوتے ہوئے اور اس کے گناہ کا اسی کو ذمہ دار ٹھہراتے ہوئے کہے گا: ﴿رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ﴾ ''اے ہمارے رب! میں نے اسے سرکش نہیں بنایا'' کیونکہ مجھے اس پر کوئی اختیار تھا نہ میرے پاس کوئی دلیل و برہان تھی بلکہ یہ خود ہی انتہائی گمراہی میں تھا، وہ خود ہی اپنے اختیار سے گمراہ ہو کر حق سے دور ہو گیا۔ جیسا کہ ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ﴾ (إبراهيم: ۱٤/۲۲) ''اور جب فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان کہے گا: بے شک اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا اور میں نے جو وعدہ تمہارے ساتھ کیا میں

نے اس کی خلاف ورزی کی' "میرا تم پر کوئی دباؤ تو تھا ہی نہیں' میں نے تمہیں پکارا اور تم نے میری مان لی۔ پس تم مجھے الزام نہ لگاؤ بلکہ خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہارا فریاد رس اور نہ تم میری فریاد کو پہنچنے والے ہو میں تو سرے سے مانتا ہی نہیں کہ تم مجھے اس سے پہلے اللہ کا شریک مانتے رہے' یقیناً ظالموں کے لیے دردناک عذاب ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی آپس کی خصومت کا جواب دیتے ہوئے فرمائے گا: ﴿لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ﴾ "میرے پاس نہ جھگڑو" یعنی میرے پاس تمہارے آپس میں جھگڑنے کا فائدہ نہیں۔ ﴿وَ﴾ حالانکہ ﴿قَدْ قَدَّمْتُ اِلَیْكُمْ بِالْوَعِیْدِ﴾ "میں تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔" یعنی میرے رسول کھلی نشانیاں' واضح دلائل اور روشن براہین لے کر تمہارے پاس آئے' تم پر میری حجت قائم اور تمہاری حجت منقطع ہو گئی تم نے اپنے گزشتہ اعمال میرے سامنے پیش کیے جن کی جزا واجب ہے۔

﴿مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ﴾ "میرے ہاں بات بدلا نہیں کرتی۔" یعنی یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا اور جو خبر دی ہے' اس کی خلاف ورزی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی ہستی اپنے قول اور اپنی بات میں سچی نہیں ﴿وَمَاۤ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ﴾ "اور میں بندوں پر ظلم نہیں کرتا" بلکہ وہ اچھا اور برا جو عمل کرتے ہیں اسی کی جزا و سزا دیتا ہوں' ان کی برائیوں میں اضافہ کیا جاتا ہے نہ ان کی نیکیوں میں کمی کی جاتی ہے۔

یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ ﴿۳۰﴾ وَ اُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

(یاد کرو!) جس دن ہم کہیں گے جہنم سے' کیا تو بھر گئی ہے؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ مزید ہے؟ ○ اور قریب کی جائے گی جنت

لِلْمُتَّقِیْنَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ﴿۳۱﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِیْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِیَ

متقی لوگوں کے' نہیں ہوگی وہ دور ○ یہ ہے وہ جس کا وعدہ دیا جاتا تھا تمہیں' ہر خوب رجوع کرنے والے (امر الٰہی کی) حفاظت کرنے والے کو ○ جو ڈر گیا

الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ وَ جَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِیْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾

رحمٰن سے بن دیکھے' اور وہ لایا دل رجوع کرنے والا ○ (کہا جائے گا) تم داخل ہو جاؤ اس (جنت) میں سلامتی سے' یہی ہے دن ہمیشہ رہنے کا ○

لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ فِیْهَا وَ لَدَیْنَا مَزِیْدٌ ﴿۳۵﴾

ان کے لیے ہوگا جو کچھ وہ چاہیں گے اس میں' اور ہمارے پاس مزید بھی ہے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿یَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ﴾ "اس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے' کیا تو بھر گئی ہے؟" اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد' جہنم میں ڈالے گئے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے ہوگا ﴿وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ﴾ "وہ کہے گی کچھ اور بھی ہے؟" یعنی جہنم اپنے رب کی خاطر ناراضی اور کفار پر غیظ و غضب کی وجہ سے اپنے اندر مجرموں کے اضافے کا مطالبہ کرتی رہے گی' جبکہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کو بھرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾ (السجدة: ۱۳/۳۲)

’’میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھروں گا۔‘‘ حتیٰ کہ اللہ رب العزت اپنا قدم کریم‘ جو تشبیہ سے پاک ہے‘ جہنم میں رکھ دے گا۔ جہنم کی لپٹیں ایک دوسرے کی طرف سمٹ جائیں گی‘ جہنم پکار اٹھے گی‘ بس کافی ہے‘ میں بھر چکی ہوں۔

﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ﴾ جنت کو قریب کر دیا جائے گا ﴿لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ ’’پرہیز گاروں کے لیے‘ دور نہ ہوگی۔‘‘ جہاں اس کا مشاہدہ کیا جا سکے گا‘ اس کی دائمی نعمتوں اور مسرتوں کو دیکھا جا سکے گا۔ جنت کو صرف ان لوگوں کے قریب کیا جائے گا جو اپنے رب سے ڈر کر شرکِ اکبر اور شرکِ اصغر سے اجتناب کرتے ہیں نیز اپنے رب کے احکام کی تعمیل اور اس کی اطاعت کرتے ہیں۔ انہیں مبارک بادی کے طور پر کہا جائے گا: ﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ﴾ ’’یہی وہ چیز ہے‘ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا‘ ہر رجوع کرنے والے اور حفاظت کرنے والے سے۔‘‘ یعنی یہ جنت‘ اور اس میں جو کچھ موجود ہے‘ جس کی نفوس انسانی خواہش رکھتے ہیں‘ جس سے آنکھیں لذت حاصل کرتی ہیں‘ جس کا ہر اس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جو اپنے تمام اوقات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر‘ اس کے ساتھ محبت‘ اس سے استعانت‘ اس سے دعا اور اس کے خوف اور اس سے امید کے ذریعے سے‘ اس کی طرف بہت کثرت سے رجوع کرتا ہے۔ ﴿حَفِيْظٍ﴾ اخلاص اور تکمیل کے ساتھ کامل ترین طریقے سے اللہ کے اوامر کی تعمیل کرتا ہے نیز اس کی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ﴾ اپنے رب کی پوری معرفت اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے‘ اپنی حالت غیب یعنی جب وہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہوتا ہے‘ تو خشیت الٰہی کا التزام کرتا ہے اور یہی حقیقی خشیت ہے۔ رہی وہ خشیت جس کا اظہار لوگوں کی نظروں کے سامنے اور ان کی موجودگی میں کیا جائے تو اس میں کبھی کبھی ریا اور شہرت کی خواہش کا شائبہ آ جاتا ہے۔ یہ حقیقی خشیت پر دلالت نہیں کرتی۔ فائدہ مند خشیت تو صرف وہی ہے جو کھلے اور چھپے ہر حال میں ہو۔ ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ ’’اور رجوع کرنے والا دل لے کر آیا۔‘‘ یعنی اس کا وصف اپنے آقا کی طرف رجوع ہو اور اس کے تمام داعیے اپنے آقا کی رضا میں جذب ہو گئے ہوں۔ ان نیک اور پرہیز گار لوگوں سے کہا جائے گا: ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ اس طرح اس جنت میں داخل ہو جاؤ کہ یہ داخلہ ہر قسم کی آفات اور شر سے سلامتی سے مقرون اور تمام ناپسندیدہ امور سے مامون ہے۔ ان کو عطا کی گئی نعمتیں منقطع ہوں گی نہ ان میں کوئی بدمزگی آئے گی۔ ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ ’’یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔‘‘ جسے کبھی زوال آئے گا نہ موت اور نہ کسی قسم کا کوئی تکدر ہوگا۔

﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا﴾ انہیں وہاں ہر وہ چیز حاصل ہوگی‘ جس سے ان کی چاہت وابستہ ہوگی۔ اس سے بڑھ کر ﴿مَزِيْدٌ﴾ ’’اور بھی زیادہ ہے‘‘ یعنی ثواب‘ جسے رحمٰن و رحیم ان کے لئے بڑھاتا رہے گا‘ جسے کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے دل میں کبھی اس کا گزر ہوا ہے...... سب سے بڑا‘ سب سے

جلیل اور سب سے افضل ثواب اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کا دیدار' اس کے کلام کی سماعت اور اس کے قرب کی نعمت ہوگی۔ ہم اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں بھی انہی لوگوں میں شامل کر دے۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ ؕ

اور کتنی ہی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے قومیں' وہ زیادہ سخت تھیں ان سے پکڑنے (قوت) میں' پس وہ چلے پھرے شہروں میں

هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ

کیا ہے کوئی جگہ بھاگنے کی؟ ○ بلاشبہ اس میں البتہ نصیحت ہے اس شخص کے لیے کہ ہو اس کے لیے (صاف) دل

اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾

یا وہ لگائے کان جب کہ وہ حاضر ہو (دل ودماغ سے) ○

اللہ تبارک وتعالیٰ مشرکین کو' جو رسول اکرم ﷺ کو جھٹلاتے ہیں' ڈراتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ﴾ ''ہم نے ان سے پہلے کئی امتیں ہلاک کر ڈالیں۔'' یعنی بہت سی قوموں کو ہلاک کیا ﴿هُمْ اَشَدُّ﴾ ''وہ زیادہ تھے'' ان لوگوں سے ﴿بَطْشًا﴾ ''قوت میں۔'' یعنی زمین میں' قوت اور آثار میں ان سے بڑھ کر تھے' بنابریں فرمایا: ﴿فَنَقَّبُوْا فِى الْبِلَادِ﴾ ''پس انہوں نے شہروں کا گشت کیا۔'' یعنی انہوں نے نہایت مضبوط قلعے اور بلند عمارتیں تعمیر کیں' باغات لگائے' نہریں نکالیں' کھیت اگائے' زمین کو آباد کیا اور ہلاک ہو گئے۔ جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو جھٹلایا اور اس کی آیات کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دردناک سزا اور سخت عذاب کے ذریعے سے گرفت میں لے لیا ﴿هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ﴾ ''کیا کہیں بھاگنے کی جگہ ہے؟'' یعنی جب اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوتا ہے' اس وقت ان کے لئے کوئی بھاگنے کی جگہ ہوتی ہے نہ کوئی بچانے والا ہوتا ہے۔ پس ان کی قوت ان کا مال اور ان کی اولاد ان کے کسی کام نہ آ سکی۔

﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ ''بے شک جو شخص دل رکھتا ہے اس کے لیے اس میں نصیحت ہے۔'' یعنی ایک عظیم' زندہ' ذہین اور پاک دل' یہ دل' جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت اس پر گزرتی ہے' تو اس سے نصیحت حاصل کر کے فائدہ اٹھاتا ہے اور بلند مقام پر فائز ہوتا ہے اور اسی طرح جو کوئی کان لگا کر آیات الٰہی کو اس طرح غور سے سنتا ہے جس سے رشد و ہدایت حاصل ہوتی ہے اور اس کا قلب ﴿شَهِيْدٌ﴾ ''حاضر ہوتا ہے'' تو وہ بھی تذکر' نصیحت' شفاء اور ہدایت سے بہرہ مند ہوتا ہے۔ رہا روگردانی کرنے والا شخص جو آیات الٰہی کو غور سے نہیں سنتا تو اس شخص کو آیات الٰہی کوئی فائدہ نہیں دیتیں' کیونکہ اس کے پاس قبولیت کا مادہ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت اس شخص کی ہدایت کا تقاضا نہیں کرتی جس کا یہ وصف ہو۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا

اور البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ دن میں، اور نہیں چھوا ہمیں

مِنْ لُّغُوْبٍ ۝٣٨ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ

کسی قسم کی تھکاوٹ نے ○ پس آپ صبر کریں اس پر جو وہ کہتے ہیں، اور تسبیح کریں ساتھ حمد کے اپنے رب کی پہلے طلوع شمس سے

وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝٣٩ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝٤٠

اور پہلے اس کے غروب سے ○ اور کچھ حصہ رات میں، پس آپ تسبیح کریں اس کی اور سجود (نمازوں) کے بعد بھی ○

یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے اپنی قدرت عظیم اور مشیت نافذہ کے بارے میں خبر ہے، جن کے ذریعے سے اس نے سب سے بڑی مخلوق کو وجود بخشا۔ ﴿السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ "آسمانوں اور زمین اور جو ان کے درمیان ہے، چھ دن میں (پیدا کیا)۔" پہلا دن اتوار تھا اور آخری یعنی چھٹا دن جمعہ تھا، اس کو کسی مشقت کا سامنا کرنا پڑا نہ تھکن کا اور اسے کوئی لاغری لاحق ہوئی نہ لاچاری۔ پس وہ اللہ، جو زمین و آسمان کو ان کے اتنے بڑے ہونے کے باوجود وجود میں لایا، اس کا مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہونا زیادہ اولیٰ اور زیادہ لائق ہے۔ ﴿فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ "پس جو کچھ یہ کہتے ہیں، اس پر صبر کیجیے۔" وہ آپ کی مذمت کرتے ہیں اور آپ جو کتاب لے کر آئے ہیں اس کی تکذیب کرتے ہیں، آپ ان کو نظر انداز کر کے اپنے رب کی اطاعت کیجیے اور صبح، شام اور رات کے اوقات میں اور نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیجیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نفس کو تسلی دیتا، اس کو سکون عطا کرتا اور صبر کو آسان بناتا ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ۝٤١ يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ

اور توجہ سے سنیے جس دن ندا دے گا منادی کرنے والا مکان قریب سے ○ جس دن وہ سنیں گے اس چیخ (نفخۂ ثانیہ) کو

بِالْحَقِّ ۗ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ۝٤٢ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ۝٤٣

حقیقتاً، یہی دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا ○ بلاشبہ ہم ہی زندہ کرتے اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی (سب کی) واپسی ہے ○

يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ۗ ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ۝٤٤ نَحْنُ اَعْلَمُ

جس دن پھٹے گی زمین ان (پر) سے دراں حالیکہ وہ دوڑتے ہونگے، یہ حشر ہے ہم پر نہایت ہی آسان ○ ہم خوب جانتے ہیں

بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ ۫ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ

اسکو جو وہ (مشرک) کہتے ہیں، اور نہیں ہیں آپ ان پر زبردستی کرنے والے، پس آپ نصیحت کرتے رہیں اس قرآن کے ذریعے سے،

مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝٤٥ ع

اس شخص کو جو ڈرتا ہے میری وعید سے ○

﴿وَاسْتَمِعْ﴾ اپنے دل کے ساتھ پکارنے والے کی پکار کو غور سے سن اور اس سے مراد حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں، یعنی جب اسرافیل علیہ السلام صور میں پھونکیں گے ﴿مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ﴾ ”نزدیک کی جگہ سے۔“ یعنی کسی ایسی جگہ سے جو مخلوق کے قریب ہے۔ ﴿يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ﴾ جس روز تمام خلائق ہولناک اور خوفناک چیخ کی آواز سنیں گے ﴿بِالْحَقِّ﴾ جس میں کوئی شک ہے نہ شبہ ﴿ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ﴾ وہ قبروں سے نکلنے کا دن ہوگا۔ اس روز اکیلا اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہوگا' اسی لیے فرمایا: ﴿إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ ۝ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ﴾ ”بے شک ہم ہی تو زندہ کرتے اور مارتے ہیں اور ہمارے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس روز ان سے زمین پھٹ جائے گی“ یعنی مردوں سے ﴿سِرَاعًا﴾ وہ پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے تیزی سے حشر کے میدان کی طرف آئیں گے۔ ﴿ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ﴾ ”یہ جمع کرنا ہمیں آسان ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کے لئے نہایت آسان ہے' جس میں کوئی تکان ہے نہ کلفت۔

﴿نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ﴾ ہم جانتے ہیں جو وہ آپ کو تکلیف دہ باتیں کہتے ہیں' جن سے آپ غم زدہ ہوتے ہیں۔ جب ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں تب آپ کو معلوم ہوگیا کہ ہم آپ پر کیسی عنایت رکھتے ہیں' آپ کے معاملات کو کیسے آسان بناتے ہیں اور آپ کو آپ کے دشمنوں کے خلاف کیسے مدد سے نوازتے ہیں۔ پس آپ کے دل کو خوش اور آپ کے نفس کو مطمئن ہونا چاہئے اور تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس سے زیادہ رحمت و رافت رکھتے ہیں جو آپ خود اپنے آپ پر رکھتے ہیں۔ اس لئے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے وعدے کے انتظار اور اولوالعزم رسولوں کی سیرت کے ذریعے سے تسلی حاصل کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا ہے۔

﴿وَمَا أَنتَ عَلَيْهِم بِجَبَّارٍ﴾ آپ کو ان پر مسلط نہیں کیا گیا ﴿إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ﴾ (الرعد: ۷/۱۳) ”آپ تو صرف متنبہ کرنے والے ہیں اور ہر ایک قوم کے لئے ایک راہ نما ہوتا ہے۔“ بنا بریں فرمایا: ﴿فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ مَن يَخَافُ وَعِيدِ﴾ یہاں تذکیر سے مراد وہ نصیحت ہے جو عقل وفطرت میں راسخ ہے یعنی نیکی سے محبت کرنا' اس کو ترجیح دینا اور اس پر عمل کرنا نیز بدی کو ناپسند کرنا اور اس سے دور رہنا اس تذکیر سے وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے ڈرتے ہیں اور رہے وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی وعید سے خائف ہیں نہ اس پر ایمان رکھتے ہیں تو ان کو نصیحت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ ان پر حجت قائم ہوتی ہے' تاکہ وہ یہ نہ کہیں: ﴿مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ﴾ (المائدۃ: ۱۹/۵) ”ہمارے پاس کوئی خوش خبری دینے والا آیا نہ متنبہ کرنے والا۔“

تفسیر سورۃ الذّٰریٰت

سُورَةُ الذّٰرِیٰت (۵۱) مَکِّیَّۃٌ (۶۷)

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان بہت رحم کرنے والا ہے

آیاتُها ۶۰
رکوعاتُها ۳

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ① فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ② فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ③

قسم ہے ہواؤں کی جو (گرد) بکھیرنے والی ہیں اڑا کر○ پھر بادلوں کی جو اٹھانے والے ہیں بوجھ (پانی کا)○ پھر کشتیوں کی جو چلنے والی ہیں آسانی سے○

فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ④ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ⑤

پھر (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو تقسیم کرنے والے ہیں کام کو○ بلاشبہ جو وعدہ دیے جاتے ہو تم (وہ) البتہ سچا ہے○

وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ⑥

اور بلاشبہ جزا البتہ واقع ہونے والی ہے○

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے، جو اپنے قول میں سچا ہے، ان عظیم مخلوقات کی قسم ہے جن کے اندر اس نے بہت مصالح اور منافع مقرر کر رکھے ہیں، جن کو اس امر کی دلیل بنایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، نیز یہ کہ قیامت کا دن، جزا و سزا اور اعمال کے محاسبے کا دن ہے، جو لامحالہ آنے والا ہے، جسے آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ پس جب ایک عظیم سچی ہستی اس کی خبر دے، اس پر قسم کھائے اور اس پر دلائل و براہین قائم کرے تو جھٹلانے والے اسے جھٹلا سکتے ہیں نہ عمل کرنے والے اس سے روگردانی کر سکتے ہیں۔ (الذّاریات) یہ وہ ہوائیں ہیں جو اڑا کر بکھیر دیتی ہیں ﴿ذَرْوًا﴾ اپنی نرمی، اپنے لطف، اپنی قوت اور زور سے چلتی ہیں۔

﴿فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا﴾ اس سے مراد بادل ہے جو بہت زیادہ پانی لئے ہوتا ہے، جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ انسانوں اور زمین کو فائدہ عطا کرتا ہے۔ ﴿فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا﴾ وہ ستارے جو نہایت آسانی اور سہولت کے ساتھ چلتے رہتے ہیں، جن سے آسمان مزین ہوتے ہیں، جن کی مدد سے بحر و بر کی تاریکیوں میں راہ تلاش کی جاتی ہے اور ان کے ذریعے سے فائدے اٹھائے جاتے ہیں۔ ﴿فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا﴾ اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کے اوامر و تدبیر کو نافذ کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر فرشتے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی امر کی تدبیر پر مقرر کر رکھا ہے اس لئے جو حدود مقرر کر دی گئی ہیں، وہ ان سے تجاوز کر سکتا ہے نہ ان میں کچھ کمی کر سکتا ہے۔

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ⑦ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ⑧

قسم ہے آسمان کی جو راستوں والا ہے○ بلاشبہ تم (باہم) البتہ مختلف بات میں (پڑے) ہو○

يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ⑨

پھیرا جاتا ہے اس (ایمان) سے جو شخص پھیرا گیا (بھلائی سے)○

خوبصورت راستوں والے آسمان کی قسم! یہ راستے ریگزاروں کے راستوں اور چشموں کے پانی سے، جب ان کو نسیم سحر نے چھیڑا ہو، مشابہت رکھتے ہیں۔ ﴿اِنَّكُمْ﴾ محمد کریم ﷺ کو جھٹلانے والو! بے شک تم ﴿لَفِيْ قَوْلٍ

﴿ مُّخۡتَلِفٍ ﴾ ''مختلف قول میں ہو۔'' یعنی تم میں سے کوئی کہتا ہے کہ یہ جادوگر ہے' کوئی کہتا ہے کہ یہ کاہن ہے اور کوئی کہتا ہے کہ یہ مجنون ہے اور دیگر مختلف قسم کے اقوال جو ان کی حیرت' شک اور اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ ان کا موقف باطل ہے۔ ﴿ يُّؤۡفَكُ عَنۡهُ مَنۡ اُفِكَ ﴾ پس اس سے وہی پھرتا ہے جو ایمان سے پھرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے یقینی دلائل و براہین سے منہ موڑتا ہے۔ ان کے قول میں اختلاف اس کے فاسد اور باطل ہونے پر دلالت کرتا ہے جس طرح حق' جسے رسول مصطفیٰ محمد ﷺ لے کر آئے ہیں' متفق علیہ ہے' اس کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے' اس میں کوئی تناقض ہے نہ کسی قسم کا اختلاف اور یہ چیز اس کے صحیح ہونے کی دلیل ہے نیز یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ﴿ وَلَوۡ كَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَيۡرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوۡا فِيۡهِ اخۡتِلَافًا كَثِيۡرًا ﴾ (النسآء: ٤/ ٨٢) ''اور اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو وہ اس میں بہت زیادہ اختلاف پاتے۔''

قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ سَاهُوۡنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسۡـَٔلُوۡنَ اَيَّانَ يَوۡمُ

مارے گئے انکل پچو کرنے والے ○ وہ لوگ کہ وہ غفلت میں بھولے پڑے ہیں ○ وہ پوچھتے ہیں کب ہوگا دن

الدِّيۡنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ ﴿۱۳﴾ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ ؕ

جزا کا؟ ○ جس دن وہ آگ میں جلائے جائیں گے ○ (کہا جائے گا:) چکھو تم عذاب اپنا'

هٰذَا الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿۱۴﴾

یہ وہ (عذاب) ہے کہ تھے تم اسے جلدی طلب کرتے ○

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿ قُتِلَ الۡخَرّٰصُوۡنَ ﴾ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ہلاک کرے' جنہوں نے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا' اس کی آیات کا انکار کیا اور باطل میں مشغول ہوئے تاکہ اس کے ذریعے سے حق کو نیچا دکھائیں' یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جس کا وہ علم نہیں رکھتے۔ ﴿ الَّذِيۡنَ هُمۡ فِىۡ غَمۡرَةٍ ﴾ ''جو بے خبری میں ہیں۔'' یعنی وہ کفر' جہالت اور ضلالت کی موجوں میں گھرے ہوئے ہیں۔ ﴿ سَاهُوۡنَ ﴾ ''اور بھولے ہوئے ہیں۔''

﴿ يَسۡـَٔلُوۡنَ ﴾ وہ شک اور تکذیب کے طور پر پوچھتے ہیں: ان کو کب دوبارہ اٹھایا جائے گا؟ انہوں نے یہ سوال حیات بعد الموت کو بعید سمجھتے ہوئے کیا تھا۔ ان کے حال اور برے ٹھکانے کے بارے میں مت پوچھ ﴿ يَوۡمَ هُمۡ عَلَى النَّارِ يُفۡتَنُوۡنَ ﴾ ''ہاں یہ وہ دن ہے کہ یہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے'' یعنی جس دن انہیں ان کے خبث باطن اور خبث ظاہر کے سبب سے عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: ﴿ ذُوۡقُوۡا فِتۡنَتَكُمۡ ﴾ آگ اور عذاب کا مزا چکھو یہ اس فتنے کے اثرات ہیں جس میں وہ مبتلا ہوئے' جس نے انہیں کفر اور گمراہی میں دھکیل دیا تھا۔ ﴿ هٰذَا ﴾ یہ عذاب جس میں تم ڈال دیے گئے ہو ﴿ الَّذِىۡ كُنۡتُمۡ بِهٖ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴾ ''وہی ہے' جس کے لیے تم

جلدی مچایا کرتے تھے۔" پس اب مختلف انواع کی عقوبتوں، سزاؤں، زنجیروں، بیڑیوں، اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کا مزہ چکھو۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ

بلاشبہ متقی لوگ باغات اور چشموں میں ہوں گے ○ لینے والے ہوں گے اس کو جو دے گا انہیں ان کا رب، بلاشبہ وہ تھے پہلے

ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶﴾ۭ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ

اس سے نیکوکار ○ تھے وہ بہت ہی تھوڑا رات کو سوتے ○ اور سحری کے وقت وہ

يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾

مغفرت طلب کرتے ○ اور ان کے مالوں میں حق (ہوتا) تھا واسطے سائل اور محروم کے ○

اللہ تبارک وتعالیٰ متقین کے ثواب اور ان کے ان اعمال کا ذکر فرماتا ہے جن کے باعث انہیں یہ ثواب حاصل ہوا۔ ﴿اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ﴾ یعنی وہ لوگ جن کا شعار تقویٰ اور ان کا اوڑھنا بچھونا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے ﴿فِيْ جَنّٰتٍ﴾ ان باغات میں ہوں گے جو مختلف انواع کے درختوں اور میووں پر مشتمل ہوں گے، جن کی نظیر اس دنیا میں ملتی ہے اور ایسے بھی ہوں گے جن کی نظیر اس دنیا میں نہیں ملتی۔ ان جیسا میوہ آنکھوں نے کبھی دیکھا ہوگا نہ کانوں نے سنا ہوگا اور نہ بندوں کے تصور میں کبھی آیا ہوگا۔ ﴿وَّعُيُوْنٍ﴾ وہ بہتے ہوئے چشموں میں ہوں گے، ان چشموں سے ان باغات کو سیراب کیا جائے گا اور اللہ کے بندے ان چشموں سے پانی پئیں گے اور ان سے (چھوٹی چھوٹی) نہریں نکالیں گے۔

﴿اٰخِذِيْنَ مَآ اٰتٰهُمْ رَبُّهُمْ﴾ "ان کا رب انہیں جو کچھ دے گا وہ اسے لے لیں گے۔" اس میں اس معنی کا احتمال ہے کہ اہل جنت کا آقا، ان کی نعمتوں کے بارے میں تمام آرزوئیں پوری کرے گا اور وہ اپنے آقا سے راضی ہو کر یہ نعمتیں قبول کریں گے، اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، ان کے نفوس خوش ہوں گے، وہ ان کو بدلنا چاہیں گے نہ اس سے منتقل ہونے کی خواہش کریں گے۔ (جنت میں) ہر شخص کو اتنی نعمتیں عطا ہوں گی کہ وہ اس سے زیادہ طلب نہیں کرے گا۔

اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ متقین کا یہ وصف دنیا کے اندر ہو یعنی اللہ تعالیٰ دنیا کے اندر جو اوامر و نواہی ان کو عطا کرتا ہے وہ نہایت خوش دلی، انشراح صدر کے ساتھ، اس کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہوئے اور بہترین طریقے سے ان پر عمل کرتے ہوئے انہیں قبول کرتے ہیں اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے ان کو روکا ہے وہ اس سے پوری طرح رک جاتے ہیں۔ پس جن کو اللہ تعالیٰ نے اوامر و نواہی عطا کیے ہیں، یہ سب سے بڑا عطیہ ہے اور اس کا حق یہ ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے، اطاعت کے جذبے کے ساتھ قبول کیا جائے۔ پہلا معنی سیاق کلام کے ساتھ زیادہ مطابقت رکھتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے (آگے چل کر) ان الفاظ میں دنیا کے اندر ان کے

وصف اور ان کے اعمال کا ذکر کیا ہے۔ ﴿اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ﴾ یعنی اس وقت سے پہلے، جب انہیں جنت کی نعمتیں حاصل ہوں گی ﴿مُحْسِنِيْنَ﴾ ''وہ نیکوکار تھے۔''

یہ ان کی اپنے رب کی عبادت میں ''احسان'' کو شامل ہے یعنی وہ اپنے رب کی عبادت اس طرح کرتے تھے کہ وہ اسے دیکھ رہے ہیں، اگر وہ اسے دیکھنے کی کیفیت پیدا نہ کر سکتے تو یہ کیفیت لئے ہوئے ہوتے تھے کہ ان کا رب انہیں دیکھ رہا ہے۔ نیز یہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر بھی احسان کو شامل ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اپنے مال، علم، جاہ، خیر خواہی، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، نیکی اور بھلائی کے مختلف طریقوں سے فائدہ پہنچانا اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا۔ حتیٰ کہ اس میں، نرم کلام، غلاموں، بہائم، مملوکہ اور غیر مملوکہ کے ساتھ حسن سلوک بھی داخل ہے۔

خالق کی عبادت میں احسان کی بہترین نوع، تہجد کی نماز ہے جو اخلاص اور قلب و لسان کی موافقت پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے فرمایا: ﴿كَانُوْا﴾ یعنی نیکوکار ﴿قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ﴾ ان کی راتوں کی نیند بہت کم ہوتی تھی۔ رات کے اکثر حصے میں نماز قراءت، دعا، اور آہ و زاری کے ذریعے سے اپنے رب کے حضور جھکے رہتے تھے۔ ﴿وَبِالْاَسْحَارِ﴾ طلوع فجر سے تھوڑا سا پہلے ﴿هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے تھے۔ وہ اپنی نماز کو طلوع سحر کے وقت تک لمبا کرتے تھے۔ پھر قیام اللیل کے بعد بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے تھے۔ سحر کے وقت استغفار میں ایسی فضیلت اور خاصیت ہے جو کسی اور وقت استغفار کرنے میں نہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان و اطاعت کے وصف میں فرمایا: ﴿وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ﴾ (آل عمران: ۱۷/۳) ''اور اوقاتِ سحر میں استغفار کرنے والے۔''

﴿وَفِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ﴾ ان کے اموال میں حق واجب اور حق مستحب ہے ﴿لِّلسَّاۗىِٕلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ یعنی ان محتاجوں کے لئے جو لوگوں سے سوال کرتے ہیں اور ان محتاجوں کے لئے جو لوگوں سے سوال نہیں کرتے۔

وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿٢١﴾ وَفِي السَّمَاۗءِ

اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں یقین کرنیوالوں کیلئے ○ اور (خود) تمہارے نفسوں میں بھی، کیا پس نہیں دیکھتے تم؟ ○ اور آسمان میں ہے

رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿٢٢﴾ فَوَرَبِّ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ

تمہارا رزق اور وہ جو تم وعدہ دیے جاتے ہو ○ پس قسم ہے پروردگار کی آسمان اور زمین کے! بلاشبہ وہ (مذکورہ باتیں) البتہ حق ہیں

مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿٢٣﴾ ع ۲۲ ۱۸

مثل اس کے جو تم بولتے ہو ○

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے بندوں کو تفکر و تدبر اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہوئے فرماتا ہے: ﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ﴾ ''اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں۔'' یہ آیت کریمہ زمین اور اس

کی موجودات کو شامل ہے مثلاً پہاڑ، سمندر، دریا، درخت اور نباتات، جو غور و فکر کرنے والے اور اس کے معانی میں تدبر کرنے والے کو اپنے خالق کی عظمت، اس کی وسیع طاقت، اس کے احسان عام اور ظاہر و باطن پر اس کے علم کے محیط ہونے کی طرف راہ نمائی کرتی ہیں۔ اسی طرح خود بندے کی ذات میں بے شمار عبرتیں، حکمتیں اور رحمتیں پنہاں ہیں جو اس حقیقت پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک اور بے نیاز ہے، اس نے مخلوق کو بے کار اور بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔ ﴿وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ﴾ ''اور آسمانوں میں تمہارا رزق ہے۔'' یعنی تمہارے رزق کا مادہ مثلاً بارش، رزق دینی اور رزق دنیاوی کی مختلف مقدار ﴿وَمَا تُوْعَدُوْنَ﴾ یعنی دنیا و آخرت میں جزا و سزا کا جو وعدہ کیا گیا ہے، یہ جزا و سزا دیگر تقدیروں کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آیات الٰہی کو بیان کر کے ان پر اس طرح متنبہ فرمایا جس سے عقل مند اور ذہین شخص تنبہ حاصل کرتا ہے تو اس نے قسم کھائی کہ اس کا وعدہ اور اس کی جزا و سزا حق ہیں۔ تب ظاہر اور واضح ترین چیز سے اس کو تشبیہ دی اور وہ نطق ہے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ﴾ ''پس آسمانوں اور زمین کے رب کی قسم! یہ اسی طرح حق ہے جس طرح تم باتیں کرتے ہو۔'' جس طرح تمہیں اپنے نطقِ لسان میں کوئی شک نہیں اسی طرح تمہیں قیامت اور جزا و سزا میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے۔

وقف لازم

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ

کیا آئی ہے آپ کے پاس خبر ابراہیم کے مہمانوں کی جو معزز تھے؟ ○ جب وہ داخل ہوئے اس پر تو انہوں نے کہا سلام (کرتے ہیں ہم)،

قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ

ابراہیم نے کہا: سلام (تم پر) (یہ) لوگ تو اجنبی ہیں ○ پھر چپکے سے گیا اپنے اہل کی طرف پس لے آیا (بھون کر) ایک بچھڑا موٹا تازہ ○ پھر قریب کیا اسے

اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ وَبَشَّرُوْهُ

ان کی طرف، کہا: کیا نہیں کھاتے تم؟ ○ پس اس نے (دل میں) محسوس کیا ان سے خوف، انہوں نے کہا نہ ڈرتو، اور انہوں نے بشارت دی اسکو

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ

ایک لڑکے بڑے علم والے کی ○ پس سامنے آئی عورت ابراہیم کی حیرت میں پس (تعجب سے) ہاتھ مارا اپنے منہ پر اور کہا: (میں) بڑھیا ہوں

عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾

بانجھ (اولاد کیسے؟) ○ انہوں نے کہا: اسی طرح کہا ہے تیرے رب نے، بلاشبہ وہی خوب حکمت والا، خوب علم والا ہے ○

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿هَلْ اَتٰىكَ﴾ کیا آپ کے پاس نہیں پہنچی ﴿حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ ''ابراہیم کے معزز مہمانوں کی بات۔'' اور ان کی عجیب و غریب خبر، یہ ان فرشتوں کی طرف اشارہ ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کے لئے بھیجا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

پاس سے ہو کر جائیں چنانچہ وہ مہمانوں کی شکل میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ﴾ ”جب وہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے سلام کیا تو انہوں نے کہا:“ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿سَلٰمٌ﴾ یعنی تم پر بھی سلام ہو ﴿قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ﴾ تم اجنبی لوگ ہو میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے اپنا تعارف کراؤ‘ آپ کو ان کا تعارف اس کے بعد ہی ہوا اسی لیے وہ چپکے چپکے جلدی سے گھر گئے تاکہ ان کی خدمت میں ضیافت کا سامان پیش کریں ﴿فَجَآءَ بِعِجْلٍ سَمِیْنٍ ۝ فَقَرَّبَهٗۤ اِلَیْهِمْ﴾ اور خوب موٹا (بھنا ہوا) بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے کھانے کے لئے پیش کیا ﴿قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: تم کیوں نہیں کھاتے؟ اور جب ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھ رہے تو آپ کو ان سے خوف محسوس ہوا۔ ﴿قَالُوْا لَا تَخَفْ ؕ﴾ ”انہوں نے کہا: خوف نہ کیجیے۔“ وہ جس مقصد کے لئے آئے تھے انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس سے آگاہ کیا ﴿وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ﴾ ”اور انہیں ایک دانش مند لڑکے کی خوش خبری دی۔“ اس سے مراد اسحاق علیہ السلام ہیں۔ پس حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی (حضرت سارہ) نے یہ خوشخبری سنی ﴿فَاَقْبَلَتِ﴾ تو وہ فرحاں وشاداں (ان کی طرف) متوجہ ہوئیں ﴿فِیْ صَرَّةٍ﴾ چیخ مار کر ﴿فَصَكَّتْ وَجْهَهَا﴾ ”اور انھوں نے (تعجب سے) اپنے چہرے پر ہاتھ مارا۔“ یہ اس نوع کی کیفیت ہے جو خوشی اور مسرت کے ایسے اقوال وافعال کے وقت طاری ہو جایا کرتی ہے جو طبیعت اور عادت کے خلاف ہوا کرتے ہیں ﴿وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ﴾ اور کہا مجھے بیٹا کیوں کر ہو سکتا ہے‘ میں تو ایک بڑھیا ہوں اور ایسی عمر کو پہنچ گئی ہوں جس عمر میں عورتیں بچوں کو جنم نہیں دیتیں‘ مزید برآں میں تو بانجھ بھی ہوں اور میرا رحم بچوں کو جنم دینے کے قابل نہیں۔ پس یہاں دو اسباب ہیں‘ دونوں ہی بچے کی ولادت سے مانع ہیں۔ سورۂ ہود میں حضرت سارہ نے ایک تیسرے مانع کا بھی ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَهٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ﴾ (ہود: ۷۲/۱۱) ”میرا یہ شوہر بھی بہت بوڑھا ہے‘ یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔“

﴿قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ؕ﴾ ”فرشتوں نے کہا: (ہاں) تیرے پروردگار نے اسی طرح کہا ہے۔“ یعنی یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے اس کو مقدر کر کے اس کا فیصلہ فرمایا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں کوئی تعجب نہیں ہونا چاہئے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِیْمُ الْعَلِیْمُ﴾ ”بے شک وہ حکمت والا اور جاننے والا ہے“ یعنی وہ ہستی جو تمام اشیاء کو ان کے محل ومقام پر رکھتی ہے‘ وہ اپنے علم سے ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس لئے اس کی حکمت کے سامنے سر تسلیم خم کرو اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرو۔